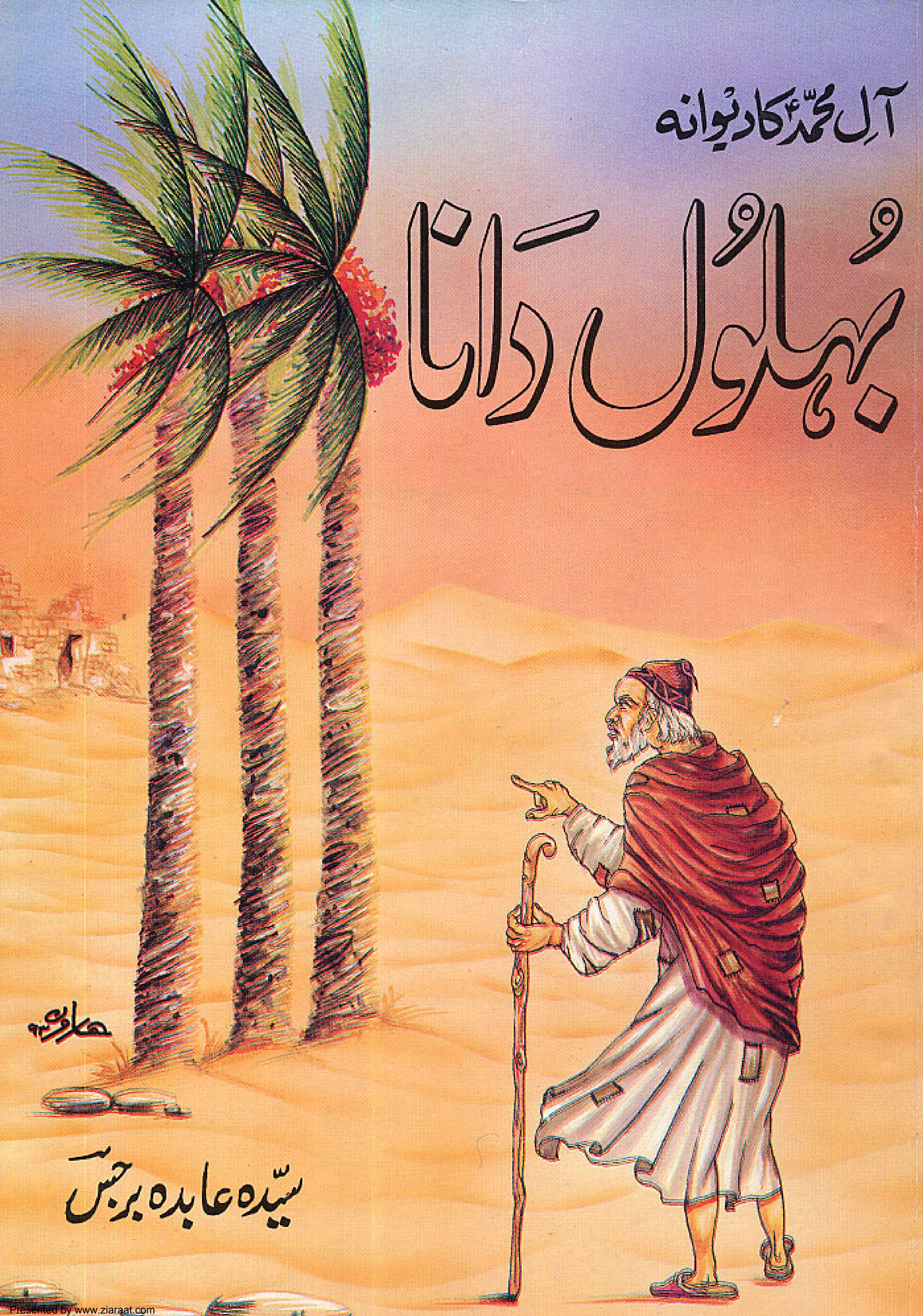

آلِ محمدؐ کا دیوانہ
بہلول دانا
سیّدہ عابدہ برجیس

نگران ——— رضا حسین رضوانی
سرورق ——— محمد ہارون آرٹسٹ
مطبع ——— پرائما پرنٹرز کراچی

قومی مُلوک طبع کہ از رُوئے سلطنت
گوئی کز احترام سلاطین کشورند
شاہانِ دلق پوش کہ گاہ حمایتی
زیرِ گلیشان جم و خاقان کشورند
امروز از نعیمِ جہان چشم دوختہ اند
فردا خود از کرشمہ بفردوس ننگرند
منگر بہ چشم خوار در این پا برہنگان
نزد خرد عزیز تر از دیدہ ترند
آدمؑ بہشت را بدو گندم اگر فروخت
حقا کہ این گروہ بیک جَو نمی خرند

ترجمہ

یہ بادشاہوں کا سا مزاج رکھنے والے لوگ گویا بادشاہوں جیسے احترام کے مُستحق ہیں۔
ان گُدڑی پوش بادشاہوں کے غُلام بھی اپنی گُدڑیوں میں جمشید اور اور خاقان کا سا وقار چھُپاتے پھرتے ہیں۔
انھوں نے آج دُنیا کی نعمتوں کو نظر انداز کر دیا ہے — اور کل یہ جنّت کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔
ان برہنہ پا فقیروں کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو — کہ عقل کے نزدیک یہ ان آنکھوں سے زیادہ محترم ہیں جن میں خوفِ الٰہی سے آنسو چمکتے ہیں۔
ہاں — اگر آدمؑ نے جنّت کو گیہوں کے دو دانوں کے عوض بیچ دیا تھا — تو سچ جانو کہ یہ دیوانے جنّت کو ایک جَو کے عوض بھی نہیں خریدیں گے۔

نذرِ قارئین

قارئین ــ ! بُہلول تاریخ کا ایک ایسا یگانۂ روزگار کردار ہے ــ جسے آلِ محمدؐ کے معجزے سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہیں ہوگا ــــ اِس نام کے کئی اور لوگ بھی گزرے ہیں ــــ لیکن بُہلُول سے مُراد عموماً وہی شخص لیا جاتا ہے ــــ جس نے دیوانگی کا مفہوم بدل دیا اور دانشِ بُرہانی کے معنیٰ سمجھاتے ــــ تاریخ کے صفحات میں وہ واحد دیوانہ ہے ــــ جو دانائے راز ہے اور وہ تنہا پاگل کہلوانے والا ہے ــــ جو دانشمندوں کو حکمت و دانش سکھاتا ہے ــــ اُس نے ایک ایسی انوکھی راہ چُنی تھی ــــ جو آج تک کسی کے قدموں سے پائمال نہیں ہوئی۔

بہلول کی 'ب' پر پیش اور 'ہ' پر جزم ہے ــ یہ نام ہنس مکھ، سچّے اور حاضر جواب لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے ــــ بُہلُول کی اِن ہی خوبیوں نے اس کا اصل نام فراموش کروا دیا تھا ــــ وہ ہر جگہ بُہلُول ہی کہلواتا تھا ــــ جس طرح وہ اپنے دَور میں ایک مقبول شخصیت تھا ــــ اسی طرح ہر دَور میں وہ ایک پسندیدہ کردار رہا ہے ــــ اس کی حکایات دلچسپی اور شوق سے کہی اور سُنی جاتی ہیں۔

اُس کا اصل نام وَہب بن عَمرو ـ اور جائے ولادت کُوفہ بیان کی گئی ہے ــ وہ بغداد کے ثروت مندوں میں سے تھا۔ بعض روایات میں اسے ہارون رشید کا قریبی رشتہ دار اور برادرِ مادری لکھا گیا ہے ــ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھا ــ اُس نے ان کے فرزند امام مُوسیٰ کاظِم علیہ السلام کا زمانہ بھی دیکھا تھا ــ

قاضی نُوراللہ شوشتریؒ کے بقول وہ ہارون رشید کے عہد کے دانشمندوں میں سے گزرا ہے ــ جو کسی مَصلحت کے تحت دیوانہ بن گیا تھا۔ (مجالس المومنین)

اُس کی دیوانگی کے بارے میں دو روایات مشہور ہیں ــ یہ بھی معروف ہے کہ اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ہدایت پر دیوانگی کا لبادہ اوڑھ لیا تھا ــ اس طرح اس نے اپنی جان بھی بچالی اور اس دَور کے شاہی دربار کے لیے ایک ایسا نقّاد بن گیا ــ جو ہنسی ہی ہنسی میں انھیں آئینہ دکھاتا رہتا تھا ــ

امام مُوسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہارون رشید عبّاسی کی مُخاصمت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے ــ تاریخ نے امامِ عالی مقامؑ کی چودہ سال کی قیدِ سخت اور زہر سے شہادت کا ذمّہ دار ہارون کو ہی ٹھہرایا ہے ــ

ایک روایت کے مطابق ــ ہارُون نے دیگر مُتقّی اور نامُور

لوگوں کے ساتھ بُہلول سے بھی امامِ معصومؑ کے قتل کا فتویٰ طلب
کیا تھا — بُہلول انکار کے نتائج سے خوب واقف تھا — اِس لیے
اُس نے امام موسیٰ کاظمؑ سے رہنمائی کی درخواست کی اور ان کی
ہدایت پر دیوانہ بن کر اپنی جان بچالی —

اس کے بارے میں دوسری روایت یہ ہے — کہ بُہلول کا
جُرم آلِ محمدؐ سے عقیدت اور اِرادت مندی تھا — جو ہارون کے
دَور میں قابلِ گردن زدنی جُرم قرار پایا تھا — جب بُہلول کو
پتہ چلا کہ اسے عنقریب گرفتار کرکے قتل کردیا جائے گا — تو
اس نے اپنے دوساتھیوں کے ہمراہ امامِ معصومؑ سے قید خانے
میں رابطہ کیا —

حالاتِ زمانہ کے پیشِ نظر امام مُوسیٰ کاظم علیہ السلام نے
اس کے سوال کا جواب صرف ایک حرف 'ج' کی صورت میں دیا
جس سے بُہلول پر 'جُنون' کے معنیٰ مُنکَشِف ہوئے — وقت
اور حالات کے تقاضے کو سمجھتے ہوتے اس نے ایک ایسی پُراز حکمت
دیوانگی اختیار کرلی — جسے اس دَور کی چلتی پھرتی اپوزیشن کہا جائے
توبے جا نہ ہوگا۔

بُہلول جُرأت وبیباکی، حق گوئی اور مظلوموں کی حمایت کا
عَلَمبَردار تھا — وہ اس دَور میں بادشاہ پر کُھلے بندوں تنقید
کرتا تھا — جب کوئی بادشاہ کے خلاف زبان کھولنے کا تصوّر بھی

نہیں کرسکتا تھا — اس کی دانشمندی اور ذہانت نے کبھی اس کا موقع
نہیں دیا کہ اس کے کسی لفظ پر گرفت کی جاسکتی —

بُہلول کے حالات زندگی تو دستیاب نہیں ہیں - لیکن اس
کی حکایات کے مُطالعے سے اس کے جو خدّوخال اُبھرتے ہیں — وہ
ایک غیر معمولی ذہین، دانشمند اور طبّاع شخص کی نشان دہی کرتے
ہیں — وہ حقیقی معنوں میں ایک خُدارسیدہ عالِم اور نابغۂ
روزگار تھا — وہ بہترین حسِّ مزاح رکھتا تھا — اس دَور کے حالات
اور مُعاشرت پر اس کی نگاہ گہری تھی — وہ ایک حیرت انگیز
شگفتہ برجستگی کے ساتھ اپنی دیوانگی کا بھرم بھی رکھتا تھا — اور
دیوانی بات بھی نہیں کہتا تھا — اس نے دیوانگی اور فرزانگی کو کچھ
ایسے مُعجزانہ انداز میں ہم آہنگ کیا تھا کہ وہ نہ صِرف اس کی
جان کی ضمانت تھی بلکہ مظلوموں کی حمایت کا ایک مؤثر ذریعہ اور
حکومت وقت پر کُھلی تنقید بھی تھی۔

اس کی شگفتگی، زندہ دلی اور بذلہ سنجی نے اسے ہر دور کا
ایک ہردلعزیز کردار بنادیا ہے — تاریخ کے صفحات میں وہ
ایک ایسا مُحیّرُالعُقول کردار ہے — جو دیوانہ بھی ہے اور لوگ
اس کے فضل وکمال کے قائل بھی ہیں — وہ پاگل بھی کہلاتا
ہے اور مشکل مسئلوں میں اس کی رائے کو اہمیت بھی دی جاتی ہے
اس سب کے باوجود کوئی یہ ثابت نہیں کرپاتا کہ وہ دیوانہ نہیں

ہے — یہی اس کا کمال ہے کہ وہ درحقیقت آلِ محمدؐ کا دیوانہ ہے۔

اس کتاب کی تالیف میں کرمان محمود ہمت کی جمع کردہ حکایات سے مدد لی گئی ہے اور ہم اس کا اعتراف شکریے کے ساتھ کرتے ہیں —

سیّدہ عابدہ نرجس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱

شہروں کے شہر بغداد کی پُررونق شاہراہوں پر زندگی اپنی مخصوص گہما گہمی سے رَواں دَواں تھی — لوگ باگ اپنے روزمرّہ کے معمولات میں مصروف تھے۔ بازاروں میں خرید فروخت ہو رہی تھی اور گلی کوچوں میں لڑکے بالے کھیل کُود میں مگن تھے۔ اچانک — اِک شور اٹھا — چہار جانب اِک ہلچل سی مچ گئی — لوگوں نے وَہب کو دیکھ کر انگلیاں دانتوں میں داب لیں اور حیرت واستعجاب سے نیرنگیٔ دوراں کا کرشمہ دیکھنے لگے —

بغداد کا مشہور ثَروَت مند وَہب بن عَمرو[1] جو عبّاسی خلیفہ

---

[1] عُمر اور عَمر کا فرق ظاہر کرنے کے لیے عَمرو میں ر کے بعد و لکھا جاتا ہے جو کہ پڑھا نہیں جاتا۔

علوم کے حامل، آپ کے رموز و اسرار کا مخزن تھے ایسے رموز
و اسرار جن کا متحمل بس وہی شخص ہو سکتا تھا جس کے ایمان
کو اللہ نے پرکھ لیا ہو۔ امیر المومنین میثم کو اتنی اہمیت دیتے،
اتنی عزت و توقیر فرماتے کہ بازار میں ان کے پاس بیٹھا کرتے
آنے جانے والے آپ کو دیکھتے کہ ان سے مصروفِ گفتگو ہیں،
ان کو تعلیم فرما رہے ہیں، علوم الٰہیہ سے انہیں فیضیاب کر رہے
ہیں۔ اہلِ علم و دیندار مومنین کی امیر المومنینؑ کی نگاہوں میں
وہ قدر و منزلت تھی اور اس طرح ان سے پیش آتے جیسے
انہیں میں سے ایک ہوں۔ آپ ان کے پہلو بہ پہلو بیٹھتے اور ہر بات
میں ان کو برابر کا درجہ دیتے۔

علم

خداوند عالم اور اہلِ ایمان کے نزدیک کوئی شخص علمِ دین
ہی کی وجہ سے سربلند و سرفراز ہوتا ہے۔ جس کا جتنا علم ہوگا اسی
لحاظ سے اس کا درجہ ہوگا۔ میثم دین و شریعت کے بیش از بیش علوم
کے حامل ہونے اور علم کے مطابق عمل کرنے ہی کی وجہ سے سربلند
ہوئے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ان کا بے پایاں علم اور
امیر المومنینؑ سے اکتساب و استفادہ باوجودیکہ بہت مختصر مدت اس کے
لیے انہیں ملی صرف اس وجہ سے تھا کہ ان کی طبیعت پاکیزہ تھی۔
اور مبدءِ فیض کی طرف سے صلاحیت و استعداد لے کر آئے تھے۔

میثم کا علمی درجہ کتنا بلند تھا اس کا اندازہ ان کے فرزند صالح کی
اس روایت سے ہوتا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام
محمد باقرؑ سے درخواست کی کہ آپ مجھے حدیث کی تعلیم دیجئے۔ امام
نے فرمایا کیا تم نے اپنے والد سے حدیثیں نہیں سنیں۔ صالح نے
کہا نہیں۔ میں ان کی زندگی میں بہت کم سن تھا۔ امام محمد باقرؑ کا
صریحی مطلب یہ تھا کہ میثم نے امیر المومنینؑ سے اتنے علوم حاصل
کئے تھے کہ اگر صالح کو ان سے استفادہ کا موقع ملتا تو انہیں کسی
اور کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوتی۔

علم المنایا والبلایا

یعنی موتوں کا علم اور ان واقعات و حادثات کا علم جن
میں آئندہ لوگ مبتلا ہونے والے تھے امیر المومنینؑ نے اپنے
خاص الخاص اصحاب کو اس علم سے بہرہ مند کیا۔ میثم بھی اس علم
کے امانت داروں میں سے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ انہیں کون
قتل کرے گا اور کیونکر قتل کرے گا؟ وہ صرف اپنی ہی پیش
آنے والی مصیبتوں سے آگاہ نہ تھے بلکہ دوسروں پر جو پیش
آنے والی تھیں ان کا بھی انہیں علم تھا۔ چنانچہ بنی اسد کی بزم میں
ان کی ملاقات حبیب بن مظاہر سے ہوئی، دونوں دیر تک
راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے، سلسلۂ گفتگو میں حبیب بن مظاہر
نے کہا، میں ایک گنجے سر پرشکم شخص کو دیکھ رہا ہوں جو دار الرزق

رہے تھے۔

اس کے برابر کھڑا ہوا ایک شخص بڑے غیر محسوس انداز میں مجمع سے علیحدہ ہوا اور اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ کچھ دُور تک دونوں اسی طرح چلتے رہے۔ پھر پہلے شخص نے اپنے عقب میں قدموں کی چاپ سے کسی اور کی موجودگی کا اندازہ لگایا اور غیر ارادی طور پر پیچھے مُڑ کر دیکھا — دوسرے شخص نے اپنے قدموں کو تیز کیا اور اس کے برابر آگیا —

اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور محتاط لہجے میں بولا — "اے مردِ بزرگ! میں نے آپ کی باتوں میں اسرار کو بولتے سنا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہب کی دیوانگی میں جو حِکمت پوشیدہ ہے آپ اس سے واقف ہیں — آپ مجھے خُدا رسیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ میں آپ جیسے لوگوں کی گفتگو میں اپنے لیے ہدایت و رہنمائی تلاش کرتا ہوں — کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ مجھے وہب کی حالت کی کچھ خبر دے دیں" —

اس مردِ بزرگ نے ایک تیز نگاہ اس پر ڈالی۔ اور بے نیازی سے کہا — "اے بندۂ خدا! تو کسی عظیم غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتا ہے — جا اور اپنی راہ لے — مجھے بھلا وہب سے کیا سروکار" —

اس شخص نے بزرگ کا دامن پکڑ لیا — "بخدا میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں — میں نے عالموں اور برگزیدہ لوگوں کی صُحبت میں وقت گزارا ہے — آپ جیسے لوگ تو حِکمت و دانش کے سرچشمے ہیں۔ اگر آپ اس لیے مجھ سے کلام نہیں کرنا چاہتے کہ حالاتِ زمانہ دِگرگوں ہیں اور خلیفہ ہارون کے جاسُوسوں اور عام لوگوں میں تمیز کرنا مشکل ہوگیا ہے — تو میں خُدا کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جو کچھ بھی فرمائیں گے وہ میرے پاس امانت کی طرح محفوظ رہے گا — اگر میں اس میں خیانت کروں تو اللہ مجھے وہی سزا دے جو خائن کی ہے" —

اس مردِ بزرگ نے اس کی طرف گھُور کر دیکھا۔ اور بیزاری سے کہنے لگا — "اے شخص! تو کس قدر باتُونی اور گفتگو کا شائق ہے۔ میں نے تجھ سے کہہ جو دیا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا" — وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ گیا —

مگر اس شخص نے پیچھا نہیں چھوڑا اور اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بولا — "میں خُدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا ہارون رشید اور اس کے حواریوں سے کوئی تعلق نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ان تین اشخاص میں سے ایک ہیں

جنھوں نے امام موسیٰؑ بن جعفرؑ ــــ میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں ــــ سے قید خانے میں رابطہ کیا تھا اور وہ شب بھی اس وقت آپ کے ساتھ تھا" ــــ

وہ مردِ بزرگ ٹھٹھک کر رُک گیا اور خشمگین لہجے میں بولا ــــ "اگر تُو اتنا کچھ جانتا ہے تو پھر میرے پیچھے کیوں پڑا ہے ــــ تجھے میرے بیان کی کیا حاجت ہے؟"

"میں اہلِ بیتؑ کا دوست دار ہوں ــــ میں اس کٹھن وقت کی سختیوں سے واقف ہوں جو آلِ محمدؐ کے بہی خواہوں کو درپیش ہیں ــــ امام وقت موسیٰؑ بن جعفرؑ مسلسل قید میں ہیں ــــ زندان کے دربانوں کی ان پر سختیاں دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے ــــ مگر افسوس کہ ہم بے بس ہیں اور شاید بزدل بھی ــــ یقیناً خدا کے یہاں ہم اس کے لیے جواب دہ ہوں گے ــــ ان سے رابطے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے ــــ مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ نے کسی طرح ان سے رابطہ کیا ہے ــــ تو میں نے سوچا آپ سے ہدایت اور بصیرت حاصل کروں" ــــ

وہ مردِ بزرگ گومگو کی سی کیفیت میں کچھ سوچتا رہا پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا ــــ "اگر تم سچ کہہ رہے ہو ــــ تو اُسے ثابت کرو" ــــ

"بسر وچشم ــــ آپ میرے ہمراہ تشریف لے چلیے ــــ میری زوجہ مدینے کی ہے اور آلِ محمدؐ کی آزاد کردہ کنیز ہے ــــ ہماری دولت مودّتِ اہلِ بیتؑ ہے ــــ آپ جیسی چاہیں مجھ سے قسم لے لیں" ــــ جیسا چاہیں اطمینان کرلیں" ــــ اس نے پوری سچائی سے کہا۔

مردِ بزرگ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو اس کے لفظوں کی تائید کر رہی تھیں اور کچھ سوچ کر اس کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ اس کے گھر پہنچ کر جب اس نے اچھی طرح سے اطمینان کرلیا کہ اس کی گفتگو غیر محفوظ نہیں ہوگی۔ تو بولا : ــــ

"سُن ــــ اے بندۂ خدا ــــ !!! تُو حالاتِ زمانہ کو جانتا ہے اور تجھ سے یہ بھی پوشیدہ نہیں کہ لوگوں کی ہمدردیاں عبّاسیوں کو اِس لیے حاصل ہوئی تھیں کہ انھوں نے آلِ محمدؐ کی حمایت اور اِعانت کا نعرہ لگایا تھا ــــ ان کا حق ان تک پہنچانے کا وعدہ کیا تھا ــــ مگر افسوس کہ انھوں نے نہ صرف آلِ محمدؐ کا حق نہیں پہچانا ــــ بلکہ لوگوں کی ان کے ساتھ عقیدت اور محبّت دیکھ کر انھیں اپنی سلطنت کے لیے خطرہ تصوّر کرنے لگے" ــــ

"اُن کے دن رات اِسی کوشش میں صرف ہوتے

ہیں کہ کس طرح امام موسیٰؑ بن جعفرؑ سے لوگوں کی توجّہ ہٹا سکیں۔ اسی لیے یہ ہر اُس شخص کی جان کے دُشمن ہوجاتے ہیں جو آلِ محمدؐ سے عقیدت رکھتا ہے ـــ ہمیں یہ اطّلاعات برابر مل رہی تھیں کہ ہم محبّتِ آلِ محمدؐ کے جُرم میں عنقریب ہارون کے زیرِ عتاب آنے والے ہیں۔ اسی لیے ہم نے باہم مشورہ کیا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔"

"بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے رہنمائی حاصل کی جائے ـــ ان کی قید کے احوال سے تو تم واقف ہو کہ ان کے دربان چُن چُن کر شَقیُّ القلب اور دشمنِ اہلبیتؑ رکھے جاتے ہیں ـــ ان سے ملنے پر سخت پابندی ہے ـــ لیکن کسی نہ کسی طرح ہم نے اپنا مسئلہ ان کی خدمت میں پہنچا ہی دیا"ـــ

"اگلے روز صبح صادق کے وقت زندان سے مٹّی کی ایک ٹھیکری گری ـــ ہم پہلے ہی اِس تاک میں تھے ـــ ہم نے بڑی رازداری سے وہ ٹھیکری اُٹھالی ـــ میں قُربان جاؤں اپنے امامؑ پر"ـــ اس کا لہجہ گلوگیر ہوگیا اور وہ رُک کر آنسو پونچھنے لگا ـــ دوسرے شخص کی آنکھوں سے بھی آنسو گرنے لگے ـــ

اس مردِ بزرگ نے سرد آہ بھری ـــ "امام پر قید خانے

میں اِس قدر سختی ہے کہ انھوں نے مٹّی کی اس ٹھیکری پر حُروفِ تہجّی میں سے صِرف ایک حَرف لکھا تھا۔

"وہ کیا" ـــ ؟؟ اس شخص نے بے تاب ہوکر سوال کیا ـــ

"اس ٹھیکری پر حَرف "جیم" لکھا ہوا تھا ـــ فرزندِ رسولؐ کے عطا کردہ اس ایک حَرف نے ہم پر حکمت کے دروازے کھول دیے ـــ ہمیں اپنی مشکل کا حل اَز خُود مل گیا جو ہمارے حالات کے ساتھ میل کھاتا ہے۔ ہمارا تیسرا ساتھی، جس کا نام ظاہر کرنا ضروری نہیں، ـــ اس نے "ج" سے "جلا وطنی" مُراد لیا ـــ وہ آج رات یہ شہر چھوڑ دے گا ـــ میرے وِجدان میں "ج" سے "جَبَل" کا اِنکشاف ہوا ہے ـــ میں پہاڑوں پر اپنے آبائی مکان میں پناہ لوں گا ـــ اور ہمارے دوست وَہب بن عَمرو کے لیے یہ حرف "ج" جُنون کی علامت بنا ہے ـــ اور تم دیکھوگے کہ آلِ محمدؐ کے اِس دیوانے کی دیوانگی فرزانوں کو شرما دے گی"ـــ

۲

وہب بن عَمرو بچّوں کے ہجوم میں بچّہ بنا ہوا ـــ

دیوانوں کی سی حرکتیں کرتا ـــ بالآخر ایک ویرانے میں آن اُترا۔ وہ بچّوں کے ساتھ ساتھ دوڑ کر ہانپ گیا تھا اور کچھ تھکاوٹ بھی محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنے عصا کے فرضی گھوڑے پر سے اُترا اور بچّوں سے بولا : ـــ

"میرا گھوڑا تھک گیا ہے ـــ اسے بھوک بھی لگی ہے ـــ اب یہ آرام کرنا چاہتا ہے "ـــ اس نے عصا کو گھوڑے کی طرح چمکار کر کھنڈر کی شکستہ دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا ـــ بچّے کھلکھلا کر ہنس پڑے ـــ "اے وہب! ـــ کیا تمھارا گھوڑا گھاس کھاتا ہے ـــ ؟

"ہاں ـ ہاں ـ یہ تمھاری عقل کے ساتھ ہر روز گھاس چرنے جاتا ہے "ـــ وہب نے شوخی سے جواب دیا۔

"اچھا ـ اور یہ پانی بھی پیتا ہے "ـــ ؟ ایک اور شریر بچّے نے سوال کیا ـــ

"ہاں ـــ یہ پانی بھی پیتا ہے ـــ مگر تمھارے خلیفہ کے پیمانے میں "ـــ وہب ہنسا ـــ

بچّے بھی اس کی ہنسی میں شریک ہو گئے اور مچل مچل کر بولے ـــ " اے وہب! ـــ ہمیں بھی اپنے گھوڑے کی سواری کراؤ "ـــ

وہب نے انھیں پرے دھکیلا ـــ "خبردار ـ کوئی قریب

نہ آئے ـــ میرے گھوڑے کا مزاج شاہانہ ہے ـــ کسی کو لات مار دی تو مجھے نہ کہنا "ـــ

بچّے ہنسنے اور تالیاں بجانے لگے ـــ وہب نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگالی اور گہرا سانس لے کر بولا ـــ "اچھا دوستو! ـــ اب مجھے کمر سیدھی کرنے دو اور تم اپنے اپنے گھروں کو جاؤ "ـــ

بچّے کچھ دیر اس کے ساتھ چھیڑخانی کرتے رہے۔ جب وہب نے ان کی طرف کوئی توجّہ نہیں دی ـــ تو وہ ایک ایک کر کے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے ـــ وہب نے اسی کھنڈر میں ڈیرا جما لیا۔

اس کے گھر والے پریشان ہوئے ـــ اس کے عزیز رشتہ دار اکٹھے ہوئے اور لوگوں سے پوچھتے، معلوم کرتے اسی کھنڈر تک آ پہنچے۔ جہاں وہب نے بسیرا کیا تھا ـــ دیکھا کہ وہ ننگی زمین پر اپنے بازو کا تکیہ بنائے چین کی نیند سو رہا ہے ـــ اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کے عزیزوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے ـــ کچھ اظہارِ افسوس کرنے لگے۔ ایک نے جھک کر اس کا شانہ ہلایا ـــ "وہب ـــ وہب ـــ!! اٹھو ـ جنون کی اس نیند سے جاگو ـ آنکھیں کھولو "ـــ

وہب ہوشیار ہوا اور اس نے نیند سے بھری آنکھیں

کھول کر اپنے چاروں طرف جمع شناسا چہروں کو دیکھا جن پر دُکھ اور تفکّر کی لکیریں تھیں — وہ ہمدردی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے —

"کیا بات ہے" — ؟ وَہب نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وَہب اٹھو — گھر چلو" — ایک عزیز نے قریب بیٹھ کر اس کی عبا سے گرد جھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی تو گھر ہے" — وَہب نے کھنڈر کی ٹوٹی ہوئی دیواروں کی طرف اِشارہ کیا — "بھلا اس میں کیا کمی ہے — نہ ہمسائے کا جھگڑا — نہ مالکِ مکان کا خوف — نہ دربان کی مصیبت — نہ چور کا ڈر" —

"کیسی باتیں کر رہے ہو وَہب" — کوئی اُنسیّت سے بولا —

"میں تمھاری زبان ہی تو بول رہا ہوں" — وَہب نے جواب دیا —

"تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے" — کوئی بولا —

"میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے — میں بہت مزے میں ہوں" — وَہب نے کمال بے نیازی سے جواب دیا

"نہیں — تم بیمار ہو — تمھیں علاج کی ضرورت ہے" — کسی عزیز نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"بیمار تو سب ہی ہیں — علاج کی کس کو ضرورت نہیں — وَہب ہنسا اور رازداری سے بولا — "تم خود ہی کہو — کیا خلیفہ کیا وزیر کیا کوتوال اور کیا داروغہ — ان میں سے کون ہے۔ جسے علاج کی ضرورت نہیں" —

"ہماری بات سمجھنے کی کوشش کرو — یہ جگہ تمھارے شایانِ شان نہیں" — اس کے رشتہ دار پریشان ہوگئے۔

"بھلا یہ میرے شایانِ شان کیوں نہیں — یہ خلیفہ کے محل سے تو بہتر ہے کہ روزِ حشر مجھ سے اس کے بارے میں کوئی باز پُرس تو نہیں ہوگی" —

اس کے رشتہ دار زچ ہوگئے — انھوں نے بہتیری کوشش کی کہ اسے گھر لے جائیں اور اس کے جُنون کا کچھ علاج ہوجائے — لیکن وہ قطعاً رضامند نہیں ہوا۔

٣

اب وہ فرشِ خاک ، شکستہ دیواریں اور کھُلا آسمان ہی اس کا گھر تھا۔ وہ آرام و آسائش سے بے نیاز ہوگیا تھا نعمت ہائے دُنیا سے اس نے مُنہ موڑ لیا تھا — اسے رشتوں اور قرابتوں کی پَروا نہیں رہی تھی۔ وہ رُوکھے سُوکھے چند ٹکڑوں پر گزر بسر کرتا تھا اور ننگی زمین پر اپنے بازو کے

تکیے پر چین کی نیند سوتا تھا۔

وہ بچوں کا سب سے زیادہ دوست تھا — ان کی معصومیت اور منچلاپن اسے بھاتے تھے۔ وہ پہروں ان کے ساتھ بچکانہ حرکتیں کرنے میں مصروف رہتا اور کھیل کود میں انھیں کام کی باتیں بتاتا — کوئی راہ گیر اسے مخاطب کرلیتا یا کوئی جاننے والا اس سے پوچھتا :—

"وہب ! تم نے یہ کیا حالت بنالی ہے" —؟

تو وہ بڑی شگفتگی سے کوئی ایسی پہلودار بات کہہ دیتا — جو مخاطب کو محظوظ کرتی — لیکن بے معنیٰ نہیں ہوتی تھی — غور کرنے پر اس میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ نظر آتی تھی۔

اِس عالمِ دیوانگی میں پورا شہر اس کی دسترس میں تھا — وہ اپنے من کی موج میں جہاں چاہتا پہنچ جاتا اور جس کو چاہتا اپنے شگفتہ لفظوں میں آئینہ دکھا دیتا — عوام مشکل میں ہوتے تو ہنسی ہنسی میں ان کا مسئلہ حل کردیتا — اور اگر خواص حدود سے تجاوز کرتے تو باتوں باتوں میں انھیں لگام دے دیتا۔ اس کی بذلہ سنجی میں چھپی ہوئی ذہانت اور دانشمندی آہستہ آہستہ لوگوں کو قائل کرنے لگی۔

○

ایک بدکردار شخص نے اس کا مذاق اڑانے کو شرارت سے کہا :—

"اے وہب ! — کیا تو نے کبھی شیطان کو دیکھا ہے —؟ میرا بہت جی چاہتا ہے کہ میں شیطان کو دیکھوں"۔

"تیری یہ خواہش تو بڑی آسانی سے پوری ہوسکتی ہے" — وہب نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ کس طرح" — ؟؟ اس شخص نے پوچھا۔

"تیرے گھر میں آئینہ تو ہوگا — اگر نہیں تو صاف پانی میں دیکھ لینا — تجھے شیطان کی زیارت ہوجائے گی" — اس شخص کو بھاگتے ہی بن پڑی۔

○

اُن ہی دنوں امیرِ کوفہ اسحاق بن محمد صباح کے یہاں لڑکی کی ولادت ہوئی — پتہ چلا کہ وہ لڑکی کی پیدائش پر بہت رنجیدہ ہے۔ کسی سے نہیں ملتا۔ نہ ہی مبارکباد وصول کرتا ہے۔ وہب کو خبر ہوئی تو وہ اپنی گدڑی شانے پہ ڈالے اس کے یہاں پہنچا اور بولا :—

"اے اسحاق ! میں نے سنا ہے کہ تو لڑکی کی پیدائش پر بہت افسردہ ہے — نہ کھاتا ہے — نہ پیتا ہے" —

"کیا کروں — دل ہی نہیں چاہتا" — وہ ٹھنڈی سانس

بھر کر بولا — "مجھے بیٹے کی بڑی آرزو تھی — مگر افسوس کہ
اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکی دے دی" —
"کمال ہے" — وَہب نے بے ساختہ کہا — "تو اس پر
راضی نہیں کہ اللہ نے تجھے صحیح و سالم بیٹی دی ہے — اگر
وہ تجھے مجھ جیسا پاگل بیٹا دے دیتا تو پھر" —؟
اسحاق کو اس کی بے ساختگی پر ہنسی آگئی — لیکن
وہ اس کی تہ میں چھپی ہوئی حکمت کو جان گیا اور خدا کا
شکر بجالایا — اپنا سوگ توڑا اور لوگوں کو اجازت دی کہ
وہ اس کے پاس تبریک پیش کرنے کے لیے آئیں۔

○

وہ اپنی دیوانگی کے باوجود نماز کے وقت مسجد میں پہنچ
جاتا تھا — ایک روز ابھی اس نے جوتے نہیں اتارے تھے
کہ اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس تاک میں ہے کہ
اس کے جوتے چُرائے — وَہب بہت دیر اس انتظار میں
رہا کہ وہ شخص اِدھر اُدھر ہو — تو وہ اپنے جوتے اُتار کر نماز
میں شامل ہو — مگر وہ نہیں ٹلا اور نماز کے لیے صفیں
درست ہوگئیں۔
وَہب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ — دوڑ کر آگے بڑھا اور
جُوتوں سمیت ہی نماز کے لیے کھڑا ہوگیا — اس شخص نے

مایوس ہو کر اسے ٹوکا — "او دیوانے! — یہ کیا کر رہے ہو؟
جُوتوں سمیت نماز نہیں ہوتی" —
"نماز نہیں ہوتی تو نہ ہو — مگر جُوتے تو ہوتے ہیں" —
وَہب نے جواب دے کر نیّت باندھ لی۔

○

وہ گلیوں اور بازاروں میں اپنے معصوم ساتھیوں کے
ساتھ چُہلیں کرتا پھرتا — کہیں کوئی غیر معمولی بات دیکھتا۔
تو وہیں رُک جاتا اور اپنی بَذلہ سَنجی سے لوگوں کو ہنسنے،
مُسکرانے پر مجبور کر دیتا۔
ایک روز وہ اپنے شریر ساتھیوں کے ساتھ بھاگا جا رہا
تھا کہ اس نے سرِ بازار ایک مجمع لگا ہوا دیکھا — اس نے
اپنی چھڑی کھٹکھٹائی — لوگوں کے کندھے دباتے —
کسی کی بغل میں جھانکا — کسی کو پرے ہٹایا اور ہجوم کے
درمیان سر جا نکالا۔
لوگوں نے اسے دھکّے دیے — بُرا بھلا کہا — لیکن
اس نے پروا نہیں کی — دیکھا کہ شہر کا داروغہ ایک عجیب
دعویٰ کر رہا ہے —
"اے لوگو — ! میری بات غور سے سُنو — میں ایک
ایسا ہوشیار آدمی ہوں کہ مجھے کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا" —

"بیشک ! بیشک ——!! داروغہ جی ! آپ بالکل درست فرماتے ہیں "——

"مرحبا — مرحبا — کیا کہنے — !!! داروغہ کا دعویٰ بالکل حق ہے "——

"کسی کی کیا مجال کہ داروغہ صاحب کو دھوکا دے سکے "—— مجمع میں سے اس کے خوشامدی بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے — ہر طرف سے داد و تحسین کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔

وہب نے اپنی چھڑی زمین پر زور سے مار کر انھیں اپنی طرف متوجّہ کیا اور بولا —— "داروغہ جی ! مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت ہے "—— ؟

"اچھا — تو تم بھی بولوگے —— بولو — کیا کہتے ہو؟" اس نے نخوت سے کہا۔

وہب نے سنجیدگی سے کہا —— "داروغہ جی ! گستاخی معاف ! یہ دیوانہ آپ کے اس دعوے کو چٹکیوں میں باطل کر سکتا ہے — مگر یہ کوئی ایسا مفید کام نہیں، جس پر وقت ضائع کیا جائے "——

"اس کی صورت دیکھو ذرا — اور اس کا دعویٰ دیکھو" — کسی نے تمسخر سے کہا۔

"او دیوانے —— داروغہ صاحب کی عقل کے سامنے بھلا تیری کیا حقیقت ہے ؟" —— کسی اور نے آوازہ کسا۔

داروغہ نے مونچھوں کو تاؤ دیا —— "ہاں — ہاں — تم جیسا پاگل تو مجھے ضرور دھوکا دے سکتا ہے "——

"میں پاگل ہوں یا کچھ — اگر مجھے اس وقت ایک ضروری کام نہ ہوتا تو میں آپ کو اسی وقت ایسا جھانسا دیتا کہ آپ اور آپ کے یہ چمچے ہمیشہ یاد رکھتے "——

"بڑی اُونچی ہواؤں میں ہو میاں دیوانے — مجھے کوئی جلدی نہیں ہے —— میں یہیں بیٹھا ہوں —— تم اپنا کام کر کے واپس آؤ اور اپنے دعوے کو ثابت کرو" —— داروغہ نے ڈپٹ کر کہا۔

وہب نے اپنی چھڑی سنبھالی اور عُجلت میں یہ کہتا ہوا مُڑا —— "داروغہ صاحب ! اب اپنے وعدے سے پھر مت جائیے گا —— یہیں میرا انتظار کیجیے گا — بس گیا اور آیا" —— وہ جس طرح مجمع میں آیا تھا، اسی طرح باہر نکل گیا۔

داروغہ پھر اپنی شیخی بگھارنے میں مصروف ہو گیا —— اس کے خوشامدی بڑھ بڑھ کر داد دینے لگے۔ کافی وقت گزر گیا — داروغہ بے چین ہوا —— "کافی دیر ہو گئی ہے اور وہ دیوانہ پلٹ کر نہیں آیا "——

لوگوں نے بھی محسوس کیا کہ وقت گزرتا جارہا ہے اور وَہَب کا دُور دُور تک کوئی پتہ نہیں ___ مگر انھوں نے داروغہ کو تسلّی دینے کی کوشش کی ___ "داروغہ جی! وہ ہے بھی تو دیوانہ ___ راہ میں کہیں بچّوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا ہوگا"___

کچھ اور وقت گزرا ___ لیکن وَہَب واپس نہیں آیا ___ مجمع میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں ___ آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہونے لگے ___ کچھ ہونٹوں پر مسکراہٹیں بھی نمودار ہوئیں ___ بعض لوگ اُکتا کر گھروں کو جانے لگے ___

داروغہ کو بھی اندازہ ہوگیا کہ پاگل وَہَب اسے پاگل بناکر چلاگیا ہے اور اب وہ پلٹ کر نہیں آئے گا ___ وہ خجل ہوکر بڑبڑایا :___

"یہ پہلی بار ہے کہ مجھے کسی نے دھوکا دیا ہے" ___

"اور وہ بھی ایک دیوانے نے"___ مجمع میں سے کسی نے بے ساختہ کہا تو قہقہوں سے فضا گُونج اٹھی ___

○

جلد ہی وَہَب کی اس بَذلہ سَنجی، شوخی، ذہانت اور شگفتہ دانش مندی کا سارے شہر میں شہرہ ہوگیا۔ اس کی دیوانگی میں چھپی ہوئی فرزانگی اور اس کے پاگل پن میں پوشیدہ

ہوش رُبا حقائق نے عوام کو اس کے قریب کردیا ___ وہ نہ کسی کو ستاتا تھا، نہ پریشان کرتا تھا اور نہ نقصان پہنچاتا تھا، البتہ اپنے جُنون میں اپنی دانشمندی کو چھپائے ہر وقت لوگوں کی مدد کرنے کو تیار رہتا تھا۔

جلد ہی وہ بغداد کا ایک ایسا پسندیدہ کردار بن گیا کہ لوگ اس کے گرویدہ ہوگئے اور محبّت سے اسے بُہلُول کہنے لگے ___ جس کے معنیٰ ہیں ہنس مکھ، خوب صورت اور نیکیوں کا مجموعہ۔

بُہلُول کا لفظ عموماً چٹکلے باز، حاضر جواب اور سچّے لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے ___ رفتہ رفتہ یہ نام یوں زبان زدِ عام ہوگیا کہ اس کا اصل نام فراموش ہوگیا۔ اب کوئی بھی اُسے وَہَب نہیں کہتا تھا ___ وہ سب کے لیے بُہلُول تھا اور سب کا بُہلُول تھا ___ اس کی دانائی اور حِکمت نے اسے ایک پاگل اور دیوانے سے بڑھ کر عاقل و دانا مشہور کردیا تھا ___

۴

ہارون رشید تک یہ خبریں مُتواتر پہنچ رہی تھیں کہ اس کا رشتہ دار وَہَب بن عَمرو دیوانہ ہوگیا ہے ___ اس نے دُنیا کی

شان و شوکت سے مُنہ موڑ کر خاک نشینی اختیار کرلی ہے۔ وہ اپنی گُدڑی میں مَست ویرانے میں بیٹھا رُوکھی سُوکھی پر گزارہ کرتا ہے۔ مگر ہارون کو یقین نہیں آیا۔ اس نے صحیح صورتِ حال جاننے کے لیے اپنے مُقرّبوں کو بُلایا۔

"کچھ وَہَب بن عَمرو کا حال کہو۔ ہم نے سُنا ہے کہ وہ دیوانہ ہوگیا ہے"۔

"عالی جاہ۔ اب تو اسے وَہَب کوئی بھی نہیں کہتا۔ اب تو بچّہ بچّہ اسے بُہلُول کہتا ہے"۔ ایک امیر نے اطلاع دی۔

"اچھا"۔!!! ہارون نے دلچسپی سے پوچھا۔ "یہ نیا خطاب اسے کس نے دیا ہے"۔؟

"ظلِّ الٰہی۔! وہ ہنس مُکھ تو پہلے ہی تھا۔ دیوانگی نے اسے کچھ اور بھی خُوش طَبع بنا دیا ہے۔ اب تو وہ بعض اوقات مسخروں کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ لوگوں کو ہنساتا اور خُوش کرتا ہے۔ اس لیے سب اسے بُہلُول کہنے لگے ہیں" ۔ امیر نے وضاحت کی۔

"ہُوں"۔!!! ہارون نے غور کرتے ہوئے کہا۔ "اسے کسی طبیب کو دکھایا ہے تاکہ اس کا کچھ علاج ہوجائے"۔

"عالی جاہ۔! اس کے گھر والوں نے بہت کوشش کی ہے

لیکن وہ کسی طرح رضا مند نہیں ہوتا"۔ وزیر نے جواب دیا۔

"کھاتا پیتا کہاں سے ہے اور دن بھر کیا کرتا رہتا ہے" ۔ ہارون نے اِستِفسار کیا۔

"اس کے عزیز اسے کھانا پہنچاتے تو ہیں۔ مگر وہ صرف رُوکھی سُوکھی پر ہی گزارا کرتا ہے۔ بعض اوقات خود بھی مزدوری کرلیتا ہے۔ اس نے ایک کھنڈر میں ڈیرہ جما رکھا ہے۔ دن بھر لڑکوں بالوں کے ساتھ دوڑتا پھرتا ہے۔ کبھی کبھی خُوب مسخرہ پن کرتا ہے۔ جس سے محض ایک پاگل نظر آتا ہے۔ مگر بعض اوقات ایسی پتے کی بات کہہ جاتا ہے۔ کہ سُننے والے دَنگ رہ جاتے ہیں"۔ وزیر نے تفصیل سے جواب دیا۔

"حضور اگر اجازت دیں۔ تو میں عرض کروں کہ اس نے کل کیا کیا ہے"۔! ایک درباری نے مؤدّب لہجے میں پُوچھا۔

"اجازت ہے"۔ ہارُون نے اجازت دی۔

"کل بغداد کے بڑے بازار میں ایک فقیر نانبائی کی دکان کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اس نے اَنواع و اَقسام کے کھانے چُولھوں پر چڑھا رکھے تھے۔ جس سے بھاپ نکل رہی تھی۔ ان کھانوں کی خوشبُو ان کی لذّت کا پتہ دے رہی تھی

اور اردگرد گزرنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔
"بچارے فقیر کا دل بھی للچایا — لیکن غریب کی گرہ میں مال کہاں تھا — جو ان کھانوں کی لذّت خرید سکتا — مگر وہاں سے ہٹنے کو بھی اس کا دل نہیں چاہتا تھا — کھانوں کی خوشبو اس کی بھوک بڑھا رہی تھی — بالآخر اس نے اپنے تھیلے میں سے سوکھی روٹی نکالی اور کھانے کی دیگ کی بھاپ سے اسے نرم کر کے کھانے لگا، جس میں کھانے کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔

نانبائی چپ چاپ یہ تماشا دیکھتا رہا — جب فقیر کی روٹی ختم ہوگئی اور وہ چلنے لگا — تو نانبائی نے اس کا راستا روک لیا — "کیوں او مستنڈے — کہاں بھاگا جاتا ہے — لا میرے پیسے نکال"—

"کون سے پیسے" — ؟ فقیر نے ہک دک ہو کر پوچھا۔

"اچھا — !!! کون سے پیسے" — اس نے لفظ چبا کر اگلے — "ابھی جو تو نے میرے کھانے کی بھاپ کے ساتھ روٹی کھائی ہے — وہ کیا تیرے باپ کی تھی — اس کی قیمت کون چکائے گا"—

"عجیب انسان ہو تم — وہ بھاپ تو اڑ کر ہوا میں مل رہی تھی — اگر میں نے اس کے ساتھ روٹی کھا کر خود کو بہلانے

کی کوشش کی ہے تو اس میں تیرا کیا چلا گیا ہے جس کی میں قیمت ادا کروں" — فقیر نے پریشان ہو کر کہا —

"بس — بس — !!! اب اِدھر اُدھر کی باتیں مت کر — میں تیری جان ہرگز نہیں چھوڑوں گا — میں اپنا مال وصول کر کے رہوں گا" — نانبائی نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔

فقیر بچارا پریشان ہوگیا کہ اس ہٹے کٹے نانبائی سے کس طرح جان چھڑائے۔ ان کی تکرار بڑھتی جا رہی تھی۔ کہ بہلول ادھر سے گزرا اور ان کے قریب رک کر ان کی باتیں سننے لگا فقیر نے اپنا ہمدرد سمجھ کر ساری بات اسے سنائی۔ تو وہ نانبائی سے بولا — بھائی ! یہ تو بتاؤ کہ کیا اس غریب آدمی نے تمھارا کھانا کھایا ہے"—

"نہیں — کھانا تو نہیں کھایا — مگر میرے کھانے کی بھاپ سے فائدہ تو اٹھایا ہے — میں نے اسی کی قیمت مانگی ہے — لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات ہی نہیں آتی"۔ نانبائی نے بتایا۔

"بالکل درست کہہ رہے ہو برادر — بالکل درست"— بہلول نے سر ہلایا اور اپنی جیب سے مٹھی بھر سکے نکالے۔ وہ ایک ایک کر کے ان سکوں کو زمین پر گراتا جاتا اور کہتا جاتا — "نانبائی — نانبائی — یہ لے پیسوں کی آواز پکڑ لے — یہ لے

اپنے کھانے کی بھاپ کی قیمت! ان سکّوں کی کھنک میں وصول کرلے ___ لے لے ___ لے لے ___ یہ سکّوں کی آواز تیرے کھانے کی خوشبو کی قیمت ہے ___ اسے اپنے گُلک میں ڈال لے"___ اردگرد کھڑے ہوئے لوگ ہنس ہنس کر دوہرے ہوگئے۔

نانبائی اپنی خفّت مٹانے کو بولا ___ "یہ پیسے دینے کا کون سا طریقہ ہے"___؟

بُہلول نے جواب دیا ___ "اگر تو اپنے کھانے کی بھاپ اور خوشبو بیچے گا ___ تو اس کی قیمت تجھے سکّوں کی آواز کی صورت میں ہی ادا کی جائے گی"___

"بہت خوب" !!! ہارون محظوظ ہوکر ہنسا ___ "واللہ یہ کسی دیوانے کا فیصلہ تو معلوم نہیں ہوتا ___ اس میں تو غیر معمولی دانش چھپی ہوئی ہے۔ لگتا ہے کہ اس کی دیوانگی نے اس کی دانش کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا"۔

"عالی جاہ ___ بجا فرماتے ہیں ___ بُہلول حرکتیں تو پاگلوں کی سی کرتا ہے ___ مگر اس کی باتوں میں اس کی دانش بولتی ہے ___ اگر اجازت ہو تو میں بھی ایک واقعہ حضور کی سماعت کی نذر کروں"___ ایک دوسرے درباری نے کہا۔

"اجازت ہے"___ ہارون نے اِذن دیا۔

"ابھی چند دن پہلے کی بات ہے کہ اس نے نہ جانے

کہاں سے سونے کا ایک سکّہ پایا تھا ___ وہ اس کے ساتھ بچوں کی طرح کھیل رہا تھا ___ کبھی وہ اس کو اُنگلی پر نچاتا تھا ___ کبھی ریت سے صاف کرتا اور کبھی پہیئے کی طرح گھُماتا ___ ایک نوسرباز اس کا یہ کھیل دیکھ رہا تھا ___ اس نے اسے پاگل سمجھ کر کہا ___ "تمھیں اس ایک سکّے سے کھیلنے میں مزہ تو نہیں آرہا ہوگا ___ تم یہ سکّہ مجھے دے دو ___ میں اس کے بدلے میں تمھیں دس سکّے دوں گا"___ اس نے جیب سے سکّے نکال کر بُہلول کو دکھائے۔

"ٹھیک ہے ___ میں یہ سکّہ تمھیں ابھی دے دیتا ہوں مگر ایک شرط پر"___ بُہلول نے کہا۔

"وہ کیا"___؟؟ نوسرباز نے پوچھا۔

"پہلے تو گدھے کی طرح ڈِھینچوں ڈِھینچوں کی آواز نکال"___ بُہلول نے شرط رکھی۔

اس دھوکے باز نے سوچا کہ اِس دیوانے کے سامنے گدھے کی آواز نکالنے میں کیا حرج ہے ___ اس لیے وہ شروع ہوگیا اور گدھے کی طرح رینکنے لگا۔

بُہلول ہنسا ___ "عجب گدھے ہو بھئی تم ___ کہ تم نے میرے سونے کے سکّے کو فوراً پہچان لیا اور میں گدھا بھی نہیں ___ تو بھلا میں تمھارے تانبے کے سکّے کیوں نہ پہچانتا"___

وہ نوسرباز بچارا اس قدر شرمندہ ہوا کہ اُسے بھاگتے ہی بنی۔

ہارون کو بھی ہنسی آگئی اور بولا — "شوخی تو خیر اس کی طبیعت میں شروع ہی سے بہت ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں کچھ اور بھی بتاؤ تاکہ ہم جان سکیں کہ اس کی دیوانگی کس منزل پر ہے"—

"ظلِّ سُبحانی —!! اجازت ہو تو میں بیان کروں"— ایک درباری نے ادب سے پوچھا۔

"بیان کرو"— ہارون نے اجازت دی۔

"حضور —!!! ابھی کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ اس نے ایک عجیب فیصلہ کیا اور وہ بھی اس طرح کہ قاضی کو اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا"— درباری نے کہنا شروع کیا۔

"ہُوا اس طرح کہ بُہلُول نے راہ چلتے دو بچّوں کو روتے اور فریاد کرتے دیکھا۔ وہ ان کے پاس رُک گیا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا — "بچّو — تم کیوں پریشان ہو؟"

بڑا لڑکا بولا — "ہم فلاں شخص کے بیٹے ہیں۔ ہمارا باپ حج کو گیا تھا۔ اس نے چلنے سے پہلے ایک ہزار اشرفی قاضی کے پاس بطورِ امانت رکھوائی تھی اور کہا تھا کہ زندگی موت کا کوئی بھروسہ نہیں — اگر میں سفرِ حج سے واپس نہ آیا — تو تم میرے بچّوں کو اس میں سے جو تمھارا دل چاہے دے دینا اور

اگر خُدا مجھے واپس لے آیا — تو میں اپنی اَمانت تم سے واپس لے لوں گا — مگر افسوس کہ قضا اس کی تاک میں تھی — راستے میں اس کا انتقال ہوگیا۔ ہم یتیم اور بے آسرا ہوگئے ہم نے اپنے باپ کی اَمانت قاضی سے مانگی — تو وہ کہنے لگا کہ — تمھارے باپ نے میرے ساتھ جو قوَل کیا تھا۔ اس کے مطابق، میں جو میرا دل چاہے گا — وہ تمھیں دوں گا — اس لیے یہ سو اشرفیاں لے جانا چاہو — تو لے لو — اس نے ان لوگوں کی گواہی بھی پیش کر دی ہے — جن کے سامنے یہ قوَل ہوا تھا — ہم لوگ بہت پریشان ہیں — یتیمی میں ہمارا کوئی آسرا نہیں"—

بُہلُول نے اُن کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولا — "بیٹا! پریشان نہ ہو — اپنے آنسو پونچھ لو اور میرے ساتھ چلو۔ میں خود قاضی سے بات کرتا ہوں"—

وہ لڑکے اس کے ساتھ چل پڑے — بُہلُول انھیں لے کر قاضی کے پاس آیا اور بولا — "اے قاضی — تو ان یتیم بچّوں کا حق انھیں کیوں نہیں دیتا"— ؟

"اچّھا — تو یہ چالاک لڑکے اب تمھیں اپنا حمایتی بنا کر لائے ہیں — حالانکہ ان کے باپ نے کتنی لوگوں کے سامنے مجھے یہ اختیار دیا تھا کہ میں جو کچھ چاہوں انھیں

دے دوں — اب میں سو اشرفیاں انھیں دیتا ہوں۔
تو یہ لینے سے انکار کرتے ہیں اور مجھے خوامخواہ شہر بھر میں
بدنام کرتے پھرتے ہیں" — قاضی نے ٹھاٹھ سے جواب دیا۔
بُہلُول نے بڑے اطمینان سے کہا — "قاضی جی!—
آپ نے بالکل درست فرمایا ہے — یہ قول ضرور ہوا ہے۔
لیکن اس قول سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ جو چاہتے
ہیں وہ نو سو اشرفیاں ہیں اور یہی ان بچّوں کے مرحوم
باپ نے کہا تھا کہ جو آپ کا دل چاہے وہ آپ اس کے بچّوں
کو دے دیں — تو قبلہ قاضی صاحب —! چونکہ آپ نو سو
اشرفیاں چاہتے ہیں۔ اس لیے یہی اس کے بچّوں کو دے دیں"
قاضی تو انگشت بدنداں بُہلُول کا مُنہ تکتا رہ گیا—
حاضرین نے بُہلُول کی تائید کی اور اسے ان یتیم بچّوں کا حق
دیتے ہی بنی"—
"اچھّا— تو اس نے شہر کے قاضی کو عاجز کر دیا اور
کہلاتا دیوانہ ہے"— ہارون رشید نے زور دے کر کہا۔
"عالی جاہ—! وہ پاگلوں کی سی حرکتیں بھی کرتا ہے
—کبھی اپنے عصا کو گھوڑا بنا کر اس پر سواری کرتا ہے—
کبھی بچّوں کے ساتھ مل کر مٹی سے کھیلتا ہے — ریت کے
گھروندے بناتا ہے— ہاں نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جاتا ہے

ابھی پچھلے جمعے کو اس نے ایک ایسا شگوفہ چھوڑا کہ ہنس
ہنس کر نمازیوں کے پیٹ میں بَل پڑ گئے"— وزیر نے بتایا۔
"بیان کرو وہ کیا بات ہے"—؟ ہارون نے کہا۔
"گزشتہ جمعے کو وہ نماز پڑھنے مسجد میں آیا— تو غالباً
چوری کے ڈر سے اس نے اپنے جوتے ایک کپڑے میں باندھ
کر اپنی عبا میں چھپا لیے— یہاں کے مقامی لوگ تو بُہلُول
کو جانتے ہیں — ایک ایسا شخص جو اسے پہچانتا نہیں تھا۔
اس نے اسے بغل میں کوئی شے دابے ہوئے دیکھ کر کہا —
"معلوم ہوتا ہے— آپ کے پاس کوئی قیمتی کتاب ہے —
جسے آپ نے اتنی حفاظت سے رکھا ہوا ہے"—؟
بُہلُول نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا —"آپ نے
درست اندازہ لگایا— بہت قیمتی کتاب ہے"—
اس شخص نے پوچھا —"کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے
کہ یہ کون سی کتاب ہے"—؟
"جی ہاں— کیوں نہیں — یہ فلسفے کی کتاب ہے"۔
بُہلُول نے بتایا۔
"فلسفے کی کتاب — سُبحانَ اللہ—!!! آپ نے کس
کتب فروش سے خریدی ہے"—؟
"جناب! یہ میں نے ایک موچی سے خریدی ہے"—

بہلول نے مزے سے جواب دیا ۔۔۔ جو لوگ اس کی حرکتوں سے واقف تھے ۔۔۔ انھیں ہنسی ضبط کرنی محال ہوگئی ۔

ہارون بھی مسکرایا ۔۔۔ "تو موصوف کی دیوانگی ۔ فرزانوں کو شرماتی ہے ۔۔۔ ہمیں اس کی اس رَوِش پر شک ہے ۔ کہیں یہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول تو نہیں جھونک رہا ۔"

"آپ نے بجا فرمایا اعلیٰ حضرت ۔۔۔! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین عقل و دانش سے نوازا ہے ۔۔۔ یہ خیال آپ کے ہی ذہنِ رسا میں آسکتا تھا" ۔۔۔ کسی خوشامدی نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی ۔۔۔

"تم سب نمک حرام ہو ۔۔۔ لگتا ہے کہ وہ کوئی سازش کر رہا ہے اور تم لوگوں کو کچھ خبر ہی نہیں ۔۔۔ اس کے بارے میں فوراً پتہ چلاؤ کہ اس کی دیوانگی کے پسِ پردہ کون سے مقاصد پوشیدہ ہیں اور اسے کل دربار میں طلب کرو ۔۔۔ ورنہ تم سب کی گردن ماردی جائے گی" ۔۔۔ ہارون نے جلالِ شاہی سے حکم جاری کیا اور دربار برخاست ہوگیا ۔

۵

خلیفہ کا ایک کارندہ فوراً ہی بہلول کی تلاش میں روانہ کردیا گیا ۔ بہلول اسے کہیں بھی نہیں ملا ۔۔۔ نہ وہ اس

ویران کھنڈر میں تھا ۔ جو اس کا بسیرا تھا ۔۔۔ نہ ہی قبرستان میں جہاں وہ اکثر و بیشتر کسی سوچ میں مستغرق بیٹھا رہتا تھا ۔۔۔ کسی نے بتایا کہ "وہ مسجد کی طرف جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے" ۔۔۔

کارندہ بھی مسجد کی سمت چل پڑا ۔۔۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ اس نے دیکھا کہ بہلول اپنے جوتے ہاتھ میں پکڑے ۔۔۔ چھڑی بغل میں دباتے ۔۔۔ گرتا پڑتا مسجد سے باہر نکلا اور جس طرف اس کا منہ اٹھا ۔ سرپٹ بھاگتا چلا گیا ۔

اس کے پیچھے اِک شور بلند ہوا ۔۔۔ "لینا ۔۔۔ پکڑنا ۔۔۔ دیکھو جانے نہ پائے ۔۔۔!!! پکڑو ۔۔۔ پکڑو ۔۔۔! اس دیوانے کو پکڑو ۔۔۔!!! اس گستاخ کی خبر لو" ۔۔۔ کچھ نوجوان طالبِ علم مسجد سے نکلے اور واویلا کرتے بہلول کا پیچھا کرنے لگے ۔

بہلول اپنی ہی عبا میں الجھتا ۔۔۔ چھڑی کو سنبھالتا ۔۔۔ جوتوں کو بغل میں دباتا ۔۔۔ مڑ مڑ کر دیکھتا ۔۔۔ ان کی پہنچ سے دور نکلنے کی کوشش کر رہا تھا ۔۔۔ لیکن بالآخر ان نوجوانوں کی سبک رفتاری نے اس کو جالیا ۔۔۔ وہ اس کی ٹھکائی کرنے لگے ۔

"او گستاخ ۔۔۔!!! تیری یہ جرأت کہ تو نے ہمارے استاد کو مٹی کا ڈھیلا مارا ۔۔۔ ہم تجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے ۔۔۔ ہم تیری جان لے لیں گے ۔۔۔ گنوار دیوانے" ۔۔۔!!!

"ہاں — ہاں — میں نے اس کو مارا ہے — میں کب انکار کرتا ہوں — لیکن اُسے لگا کہاں ہے — ؟ اگر اسے لگا بھی ہے — تو اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی — تم خوامخواہ شور مچا رہے ہو — ہٹو پیچھے — چھوڑو مجھے" — بہلول دہائی دینے لگا۔

ہارون کا کارندہ دوڑ کر قریب پہنچا اور بیچ بچاؤ کراتے ہوئے بولا — "بھائیو ! — تم لوگ کیوں اِس پگلے کے پیچھے پڑے ہو — کچھ انصاف سے کام لو — تم لوگ اتنے سارے ہو اور یہ اکیلا — آخر ہُوا کیا ہے" — ؟؟

"یہ پُوچھیں کہ کیا نہیں ہوا — اس دیوانے نے ہمارے اُستادِ مُحترم امام ابُوحَنیفہؒ کو مٹی کا ڈھیلا کھینچ مارا — جو ان کی پیشانی پر لگا — ہم اس کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے"۔ وہ پھر بہلول کے گرد ہو گئے۔

ہارون کے کارندے نے انھیں روک دیا — "مگر ہوا کیا تھا — کیا ان کے ساتھ بہلول کا کوئی جھگڑا ہوا تھا" —

ایک طالبِ علم بولا : — "کیا بات کر رہے ہیں آپ ؟ ہمارے اُستادِ مُحترم کی شان اس سے بالاتر ہے کہ وہ اس جیسے کے ساتھ جھگڑا کریں — وہ تو ہمیں معمول کے مطابق درس دے رہے تھے — کہ یہ کم بخت نہ جانے کہاں سے نمودار

ہو گیا اور ان کی پیشانی پر ڈھیلا کھینچ مارا — آپ درمیان سے ہٹ جائیں — یہ پاگل ہے یا دیوانہ — آج تو ہم اس کو ایسا سبق سکھا کر چھوڑیں گے کہ سارا پاگل پن بھول جائیگا"۔ ایک لڑکے نے اپنی بات ختم کر کے پھر بہلول کی طرف دیکھ کر دانت کچکچائے۔

"کیوں بہلول — ! کیا یہ لڑکے ٹھیک کہہ رہے ہیں" ؟ کارندے نے بہلول سے پوچھا۔

"ہاں — میں نے اس کو مارا ہے — مگر اسے لگا تو نہیں — نہ ہی اسے کوئی تکلیف ہوتی ہے — پُوچھ لو اس سے — میرے پیچھے کیوں پڑے ہو" — بہلول نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا۔

"دیکھی آپ نے اس کی ڈھٹائی — اُستادِ مُحترم پیشانی پکڑے بیٹھے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ انھیں ڈھیلا لگا ہی نہیں — میں ابھی اس کا دماغ درست کرتا ہوں" — وہ طالبِ علم پھر بہلول پر جھپٹا —

ہارون کے کارندے نے اس کا بازو پکڑ لیا — "بات سُنو لڑکے — ! سب جانتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے — پھر خلیفہ کا رشتہ دار بھی ہے — تم اسے مار کر قانون کو ہاتھ میں نہ لو — اسے قاضی کے پاس لے جاؤ — وہی صحیح فیصلہ

کرے گا"۔۔۔

بات لڑکوں کی سمجھ میں آگئی ۔۔۔ وہ بہلول کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گئے اور اسے تمام ماجرا کہہ سنایا ۔۔۔ تو بہلول بولا ۔۔۔ "ذرا اپنے اُستادِ محترم کو بھی تو بلا لاؤ ۔۔۔ مدّعی کے بغیر تم دعوٰی کس طرح پیش کرسکتے ہو" ؟

"بہلول درست کہتا ہے ۔۔۔ تم اپنے اُستاد کو بلا لاؤ ۔۔۔ کیونکہ مدّعی تو وہی ہیں ۔۔۔ پھر ہم دیکھ بھی لیں گے کہ ضرب کتنی شدید ہے"۔۔۔ قاضی نے حکم دیا۔

طالب علم گئے اور امام ابوحنیفہ کو بلا لائے ۔۔۔ بہلول نے قاضی سے کہا ۔۔۔ "قاضی جی ۔۔۔ !! کیا میں ان لڑکوں کے اُستادِ محترم سے بات کرسکتا ہوں"۔۔۔

"ہاں شوق سے"۔۔۔ قاضی نے اجازت دی۔

بہلول نے انھیں مخاطب کیا ۔۔۔ "میرے عزیز ۔۔۔!! میں نے تجھ پر کون سا ظلم کیا ہے"۔۔۔ ؟

"عجیب مسخرے ہو تم ۔۔۔ ابھی تم نے سب کے سامنے میری پیشانی پر مٹی کا ڈھیلا نہیں مارا"۔۔۔ ابوحنیفہ نے غصّے سے کہا۔

"تو بھائی ۔۔۔ اس سے تجھے کیا فرق پڑا ۔۔۔ تو بھی مٹی سے بنا ہے اور وہ ڈھیلا بھی مٹی کا تھا ۔۔۔ ابھی تو خود ہی تو

اپنے شاگردوں کو سمجھا رہا تھا کہ امام جعفر صادقؑ جو یہ فرماتے ہیں کہ ابلیس کو جہنّم کا عذاب دیا جاتے گا ، وہ درست نہیں ہے ۔۔۔ کیونکہ شیطان ناری مخلوق ہے ۔۔۔ وہ آگ سے بنا ہے ۔۔۔ اور اس کو آگ بھلا کیا تکلیف پہنچائے گی ۔۔۔ تو بھی خاکی ہے اور مٹّی سے بنا ہے پھر بھلا مٹّی کے ڈھیلے نے تجھے کیا تکلیف پہنچائی"۔۔۔ ؟

"فضول باتیں مت کرو ۔۔۔ تم نے وہ ڈھیلا اتنی زور سے مارا ہے کہ میری پیشانی اور سر میں درد ہو رہا ہے"۔۔۔ ابوحنیفہ نے ناگواری سے کہا۔

"آپ بھی غلط بیانی نہ کریں اعلیٰ حضرت ۔۔۔ ! اگر آپ کی پیشانی میں درد ہے ۔۔۔ تو وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا"۔۔۔ ؟ بہلول نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"اوہو ۔۔۔ کس احمق سے پالا پڑا ہے ۔۔۔ عقلمند آدمی ۔۔۔ کیا کبھی درد بھی کسی کو نظر آیا ہے"۔۔۔ ؟ ابوحنیفہ نے ناپسندیدگی سے جواب دیا۔

"قبلہ اُستاد صاحب ۔۔۔ ! ابھی تو آپ اپنے شاگردوں سے فرما رہے تھے ۔۔۔ کہ امام جعفر صادقؑ جو فرماتے ہیں کہ خُدا کو دیکھنا ممکن نہیں ۔۔۔ میں اِس بات کو نہیں مانتا ۔۔۔ بھلا جو چیز موجود ہے ۔۔۔ اسے نظر آنا چاہیے ۔۔۔ اِس لیے خُدا کو دیکھنا ممکن

ہے — تو اگر آپ کے سرِ مبارک میں درد ہو رہا ہے — تو اسے ہمیں بھی دکھایئے" — بہلول نے شگفتگی سے کہا۔

ابوحنیفہ زچ ہو گئے اور قاضی سے بولے — "قاضی صاحب — یہ دیوانہ تو یوں ہی اِدھر اُدھر کی ہانک رہا ہے — اس نے سب کے سامنے مجھے پتھر مارا ہے — آپ گواہیاں لے کر اسے سزا دیں اور کارروائی ختم کریں" —

"یا حضرت — ! اگر مجھ ناچیز نے آپ کو مٹی کا ڈھیلا مار بھی دیا ہے تو اس میں مجھ دیوانے کی کیا تقصیر — ؟ ابھی آپ ہی تو اپنے شاگردوں سے فرما رہے تھے کہ آپ کو امام جعفر صادقؑ کے اس قول سے بھی اختلاف ہے کہ وہ فرماتے ہیں : "اچھا یا بُرا کام کرنے والا خود اس کا ذمّہ دار ہے — اور اس کے لیے جواب دِہ ہے" — جبکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہر فعل اللہ کی طرف سے ہوتا ہے — اور بندہ اس کا ذمّہ دار نہیں — اس لحاظ سے ڈھیلا میں نے آپ کو نہیں مارا — یہ کام تو خُدا نے مجھ سے کروایا ہے — اب بھلا میں اِس کام کے لیے سزا کا مستحق کس طرح ٹھہرا — جو میں نے نہیں کیا — خُدارا قاضی صاحب آپ ہی اِنصاف کیجیے" —

ابوحنیفہ لاجواب سے ہو گئے — قاضی جو دونوں کی دلچسپ بحث سے محظوظ ہو رہا تھا — بولا — "بہلول نے

اپنا مقدمہ جیت لیا ہے" —

بہلول نے اطمینان کا گہرا سانس لیا — پاؤں میں جوتے پہنے اور اپنی چھڑی سنبھال کر عدالت سے باہر نکل آیا — وہ اپنی دُھن میں بڑبڑا رہا تھا — "آلِ محمدؐ کی تکذیب کرنے والوں کو منہ کی کھانی پڑتی ہے — علومِ اہلبیتؑ کو جھٹلانے والوں کے مقدر میں جیت نہیں" — !!

ہارون کا کارندہ اس کے پیچھے پیچھے چلا — اس نے دو ایک بار اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی — لیکن وہ اپنی دُھن میں مست چلتا چلا گیا اور اس کی طرف دِھیان نہیں دیا — ہارون کا کارندہ کچھ فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کرتا رہا۔

بہلول کبھی اپنے آپ سے باتیں کرنے لگتا — کہیں کھڑا ہو کر اپنی چھڑی سے زمین کریدتا — کہیں راہ چلتے بچّوں کے سر پر ہاتھ پھیر کر کوئی مزاحیہ فقرہ کس دیتا — کہیں دیوار سے ٹیک لگا کر اپنے خیالوں میں مستغرق ہو جاتا —

اسی طرح چلتے چلاتے آدھا دن بیت گیا — سورج نصف النہار پر آ گیا — بہلول اپنے کھنڈر میں داخل ہوا اور ٹوٹی ہوئی دیوار کے ساتھ کمر لگا کر سستانے لگا — اس نے آنکھیں بند کر لیں اور فرشِ خاک پر ٹانگیں پسار لیں۔

کارندہ جو بہت دیر سے اس کے تعاقب میں تھا —

اس نے سوچا کہ دن بیت چلا ہے — کھانے کا وقت ہے — لیکن بُہلُول نے کھانا نہیں کھایا — بہتر یہی ہے کہ وہ اس کے لیے کھانا لے آئے تاکہ اس سے بات کرنے کا بہانہ ہو جائے — اسے خود بھی بھوک لگی تھی — وہ بازار گیا — ایک مطعم میں بیٹھ کر خود کھانا کھایا اور کچھ عمدہ کھانا خرید کر ایک خوشنما خوان میں رکھا اور بُہلُول کے کھنڈر میں واپس آگیا۔

بُہلُول اپنے آپ میں مگن نہ جانے خیالات کی کون سی گتھیاں سُلجھا رہا تھا — ہارون کا کارندہ آگے بڑھا اور بُہلُول کو متوجّہ کرنے کے لیے اِطلاعی انداز میں کھنکارا — بُہلُول نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا — اس نے سلام کیا — بُہلُول نے جواب دیا تو وہ بولا — "جناب بُہلُول صاحب! خلیفہ ہارون نے آپ کے لیے یہ کھانا بھیجا ہے" — اس نے کھانے کا خوان اس کے نزدیک ہی رکھ دیا —

بُہلُول ہنسا — "واہ — واہ —!! اسلامی مملکت کے بادشاہ مجھ جیسے کم حیثیت دیوانوں کا بھی خیال رکھنے لگے ہیں"

"خلیفہ ہارون کی رِعایا پروری تو ضَربُ المثل ہے" — کارندے نے فوراً کہا۔

بُہلُول نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور اس کُتّے کو چمکارا جو کھنڈر میں ایک جانب بیٹھا ہوا تھا — کُتّا دُم ہلاتا قریب

آگیا — بُہلُول نے کھانے کا خوشنما خوان اٹھایا اور کُتّے کے سامنے رکھ دیا — کُتّا بے صبری سے مُنہ مارنے لگا۔

"اوہو ہو ہو — !!! خُدا کی پناہ — بُہلُول یہ کیا کرتے ہو — یہ خلیفہ کا کھانا تم نے کُتّے کے سامنے رکھ دیا ہے" — ملازم نے دُہائی دی۔

"ہششت — چُپ — چُپ — خاموش رہو — مُنہ بند رکھو — اگر اس کُتّے نے سُن لیا کہ یہ کھانا خلیفہ کا ہے — تو یہ بھی نہیں کھائے گا" —

مُلازم اپنی ہنسی نہیں روک سکا اور بولا — "بُہلُول! تم بھی عجیب مسخرے ہو — میں تمھارے لیے خلیفہ کا یہ پیغام بھی لایا ہوں کہ کل انھوں نے تمھیں دربار میں طلب کیا ہے — بہتر ہے کہ تم کل خُود ہی حاضرِ دربار ہو جانا" —

بُہلُول نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ کارندہ واپس چلا گیا۔

٦

اگلے روز بُہلُول کا رُخ ہارون کے محل کی جانب تھا۔ اس نے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے — دوش پر گدڑی تھی اور ہاتھ میں عَصا — دربان کو معلوم تھا کہ وہ ہارون کا

رشتہ دار ہے اور اسے ہارون نے طلب کیا ہے۔ اسی لیے اس نے اسے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

وہ اپنی پھٹی ہوئی جوتیاں چٹخاتا ــــ بڑی بے تکلفی سے اندر داخل ہوگیا۔ وہ راہداری میں سے گزرتا ہوا ــــ دیوانِ خاص میں پہنچا ــــ دیکھا کہ نہ کوئی نگہبان ہے ــــ نہ پہریدار ــــ وزیروں امیروں کی کرسیاں بھی خالی پڑی ہیں ــــ شاید ابھی دربار آراستہ نہیں ہوا تھا ــــ وہ قیمتی قالین کو روندتا ــــ بادشاہ کی مَسنَد تک جا پہنچا ــــ اور مزے سے اس پر براجمان ہوگیا۔

ابھی اسے بیٹھے ہوئے چند لمحے بھی نہیں ہوئے تھے کہ دربار کے پہرے دار دوڑتے ہوئے آئے ــــ انھیں اطلاع ملی تھی کہ ہارون اسی طرف آرہا ہے ــــ یہ دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے کہ بادشاہ کی زریں مَسنَد پر بُہلول پھٹے حالوں بیٹھا ہے ــــ انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا ــــ وہ بدحواسی میں آگے بڑھے ــــ ایک نے بُہلول کا بازو پکڑ کر کھینچا ــــ دوسرے نے کوڑا بُہلول کی پُشت پر رسید کیا ــــ

"او دیوانے ــــ! تیری یہ جُرأت کہ تو بادشاہ کی مَسنَد پر بیٹھے ــــ اُتر نیچے" ــــ

"ہائے ــــ!!! بُہلول نے تڑپ کر نعرہ مارا۔ "ہائے۔ ہائے ــــ اُفّ ــــ!!! وہ دُہائی دینے لگا۔

"مُنہ بند کرو ــــ شور مت مچاؤ ــــ اُترو بادشاہ کی مَسنَد پر سے اُترو" ــــ!! پہرے دار نے اس کی پُشت پر مُسلسل کوڑے برساتے ہوئے دُرشتی سے کہا۔

دُوسرے نے زور لگایا اور بُہلول کو مَسنَد پر سے کھینچ کر فرش پر گرا دیا ــــ بُہلول سر پیٹنے لگا ــــ "ہائے افسوس ــــ صد افسوس ــــ!! آہ ــــ! آہ ــــ!! اُفّ ــــ! اُفّ" ــــ!!! وہ بلند آواز میں مسلسل روتا جا رہا تھا۔

پہرے داروں کی جان پہ بنی تھی ــــ لیکن وہ کسی طرح خاموش ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

اسی وقت ہارون کی آمد کی اِطّلاع نقیبوں نے دی اور چند لمحوں بعد وہ دیوانِ خاص میں داخل ہوا ــــ اس نے بُہلول کو اس طرح روتے چلّاتے اور فریاد کرتے دیکھا تو حیران رہ گیا ــــ اس نے آگے بڑھ کر بُہلول کو فرش پر سے اُٹھانا چاہا ــــ لیکن وہ نہیں اُٹھا اور اسی طرح روتے ہوئے ــــ افسوس ــــ! افسوس ــــ!!! اور ہائے ہائے پکارتا رہا ــــ

"یہ سب کیا ہو رہا ہے ــــ؟ ہارون نے ڈانٹ کر پوچھا۔

"عالی جاہ ــــ! یہ دیوانہ حُضور کی مَسنَد پر جا بیٹھا تھا اور اُترنے کا نام نہیں لیتا تھا ــــ اس لیے ہمیں تھوڑی سی سختی کرنی پڑی" ــــ پہرے داروں نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

"ہائے ــ یہ تھوڑی سی سختی تھی ــ ارے ظالمو ــ !
تم نے تو کوڑوں سے میری پشت اُدھیڑ کر رکھ دی ہے ــ
ہائے افسوس ــ اُف ــ اُف ــ!! بُہلول نے فریاد کرتے ہوئے
انھیں ٹوکا ــ

ہارون نے نگاہِ عِتاب ان پر ڈالی ــ "تم لوگ دیکھتے
نہیں کہ یہ دیوانہ ہے" ــ

پہرے دار آئیں بائیں شائیں کرنے لگے ــ ہارون نے
بُہلول کی دِلجوئی کرتے ہوئے اسے فرش سے اُٹھایا اور تسلّی دی
لیکن وہ مُسلسل روتا جارہا تھا ــ

ہارون نے بڑی تشویش سے پُوچھا ــ "بُہلول ــ اس
طرح کیوں رو رہے ہو ــ کیا تمھیں بہت تکلیف پہنچی ہے" ــ

ہاں ــ مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے ــ لیکن میں اپنے
حال پر نہیں ــ تمھارے حال پر رو رہا ہوں ــ ہائے افسوس
ــ ہائے افسوس ــ!!! بُہلول نے تاسّف سے کہا ــ

"میرے حال پر" ــ ہارون کو تعجّب ہوا ــ

ہاں ــ تمھارے حال پر ــ افسوس ہارون ــ تجُھ پر کیا
گزرتی ہوگی ــ میں تو تیری مَسنَد پر صرف چند لمحے ہی بیٹھا
ہوں ــ تو اتنی مار کھائی کہ ساری پُشت چھلنی ہوگئی اور
تو نہ جانے کب سے اِس مَسنَد پر بیٹھ رہا ہے ــ اُف ــ

تجھے اپنے انجام کی کوئی فکر نہیں" ــ

ہارون لمحے بھر کو کانپ گیا ــ لیکن اس نے یونہی ظاہر
کیا ــ جیسے اس کی بات نہیں سمجھا اور بُہلول سے بولا ــ
"تم میرے حال پر افسوس کرتے ہو اور میں تمھارے حال
پر ــ تم اچھے بھلے تو تھے ــ پھر تمھیں نہ جانے کیا ہوا ہے
ــ جو یُوں دیوانے بنے پھرتے ہو"

بُہلول مسکرایا ــ "تم جانتے ہو کہ خُدا کی سب سے
بڑی نعمت عَقل ہے ــ

خواجہ عبداللہ انصاری اپنی مُناجات میں فرماتے ہیں
کہ "اے خدا ــ ! جس کو تُو نے عَقل دی ــ اسے کیا کچھ
نہیں دیا اور جسے عَقل نہیں دی ــ اسے کیا دیا" ــ تم نے
وہ حدیث تو سُنی ہوگی کہ جب خُدا ارادہ کرتا ہے کہ بندے
سے اپنی نِعمتیں واپس لے لے ــ تو سب سے پہلے بندے
سے جو چیز واپس لیتا ہے وہ عَقل ہے ــ عَقل رزق
میں شمار ہوتی ہے ــ افسوس کہ خُدا نے یہ نِعمت مجھ سے
واپس لے لی ہے" ــ

"لیکن اس سے شاہی خاندان کی کس قدر ذِلّت ہو رہی
ہے ــ تمھیں اس کا بھی کچھ اندازہ ہے ــ سب جانتے ہیں
کہ تم میرے رشتہ دار ہو اور تم ہو کہ اس حُلیے میں جگہ جگہ

گھومتے پھرتے ہو — کچھ نہیں تو میرے مَنصَب اور مرتَبے کا ہی
خیال کرو"— ہارون نے سرزنش کے انداز میں کہا۔

بُہلُول نے سر اُٹھایا اور بولا— "ہارون — اگر تو کسی
جنگل بیابان میں راستہ بھٹک جائے — تیرا پیاس سے دَم
نکل رہا ہو — اور تجھے کہیں پانی نہ ملے — تو تُو ایک
گھونٹ پانی کے عِوَض کیا کچھ دینے پر تیار ہو جائے گا"۔

"عجیب دیوانے ہو تم — بھلا اس وقت اس کا کیا
ذِکر"— ہارون نے ناگواری سے کہا —

بُہلُول ہنسا — "میری بات کا جواب تو دو"—

"ظاہر ہے — اس وقت میرے پاس جو بھی مال و
مَتاع ہے وہ سب دے دوں گا"— ہارون نے بے پروائی
سے جواب دیا —

"اگر پانی کا مالک اِس قیمت پر راضی نہ ہو — پھر؟"
بُہلُول نے پوچھا —

"تو میں اُسے اپنی آدھی سلطنت دے دوں گا"—
ہارون نے فراخدلی سے کہا —

"اچھا"— ! بُہلُول نے بڑے اِطمینان سے کہا —

"اگر یہ ایک گھونٹ پانی پی کر تیری جان تو بچ جاتے —
لیکن تجھے پیشاب رک جانے کی بیماری لاحق ہو جائے —

اور کسی طرح دُور نہ ہو — تیری جان پر بن جاتے اور تجھے پتہ
چلے کہ کوئی شخص تیری اِس بیماری کا عِلاج کر سکتا ہے — تو
تُو اُسے کیا دے گا"— ؟

"میں اس شخص کو اپنی باقی آدھی سلطنت بھی دے دوں گا۔
جان ہے تو جہان ہے"— ہارون بولا —

"تو پھر اسی بادشاہی پر غرور کرتے ہو۔ جس کی قیمت
پانی کے دو گھونٹ سے زیادہ نہیں"— بُہلُول نے برجستہ کہا۔

ہارون خفیف سا ہو گیا — "بُہلُول تم دیوانے ہو گئے ہو
مگر تمھاری عادتیں نہیں بدلیں — تمھیں اپنے خاندان کے
وَقار کا کوئی پاس نہیں — پیغمبرِ خداؐ کے چچا عبّاس کے بیٹے
عبداللہ بن عبّاس کتنے مرتبے کے حامل ہیں — لیکن تم علیؑ
ابن ابی طالبؑ کو ترجیح دیتے ہو"—

"مجھے اپنی جان کا خوف نہ ہو — تو میں یہی کہوں گا کہ
تم ٹھیک کہتے ہو"— بُہلُول نے جواب دیا۔

ہارون چونکا اور اس کے خیالات جاننے کے لیے بولا —
"تمھیں ہر طرح سے اَمان ہے — لیکن تمھیں دلیل سے اپنی
بات کو حق ثابت کرنا پڑے گا"—

بُہلُول سیدھا ہو بیٹھا اور واضح لفظوں میں بولا —
"میرے خیال میں پیغمبرِ خداؐ کے بعد علیؑ تمام مسلمانوں سے

افضل ہیں — کیونکہ وہ سچے مومن تھے — ان کی تمام عادات پسندیدہ تھیں اور اطاعتِ خدا و رسولؐ میں ان سے ذرّہ بھر کوتاہی نہیں ہوئی — انھوں نے تمام خدائی احکامات پر اس طرح حرف بہ حرف عمل کیا کہ اس کے مقابلے میں نہ صرف اپنی جان بلکہ اپنی اولاد کی جانیں بھی ہیچ سمجھتے تھے — وہ بہت بہادر اور نڈر تھے۔ تمام جنگوں میں سب سے آگے رہتے تھے۔ انھوں نے کبھی دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی۔ اس بارے میں ان سے سوال بھی کیا گیا تھا کہ آپ جنگ میں اپنی جان کا خیال کیوں نہیں رکھتے — اگر کوئی پیچھے سے آپ پر حملہ کر کے آپ کی جان لے لے — تو پھر — ؟

انھوں نے جواب دیا — "میری لڑائی خدا کے دین کی خاطر ہے — اس میں مجھے کسی لالچ، فائدے اور ذاتی غرض کا خیال نہیں — میری جان خدا کے ہاتھ میں ہے — اگر میں مر جاؤں گا — تو خدا کی راہ میں مروں گا اور اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوگی" —

"جب وہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے تو اپنا تمام وقت مسلمانوں کے کاموں اور خدا کی عبادت میں صرف کرتے تھے — بیت المال سے ایک دینار بھی بیکار نہیں اٹھاتے تھے — یہاں تک کہ ان کے بھائی عقیل نے جو عیال دار تھے۔ ان سے درخواست کی

کہ بیت المال سے ان کا جو حق انھیں ملتا ہے۔ اس سے کچھ زیادہ انھیں دیا کریں — امیرالمومنین نے ان کی درخواست ردّ کر دی" —

آپ تمام حکّام سے بھی فرماتے تھے کہ لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے — ان کے معاملات کے فیصلے عدل و انصاف سے کیے جائیں — جو حاکم ذرا سا بھی ظلم و ستم کرتا تھا — اس سے باز پرس میں سختی کرتے تھے اور اسے فوراً منصب سے ہٹا دیتے تھے۔ خواہ وہ ان کا قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ اسے معاف نہیں کرتے تھے" —

"جیسا کہ عبداللہ بن عبّاس نے جس وقت وہ بصرہ کے حاکم تھے — بیت المال کی کچھ رقم ذاتی کاموں میں خرچ کر لی تھی — آپ نے ان سے وہ رقم واپس مانگی اور ان کے اس فعل پر انھیں سخت تنبیہ کی اور ایک آخری تاریخ مقرر کر دی تاکہ اس سے پہلے پہلے ابنِ عبّاس وہ رقم واپس کر دیں — لیکن ابنِ عبّاس اس مقررہ تاریخ تک رقم نہیں لوٹا سکے — علیؑ نے انھیں کوفہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا — ابنِ عبّاس جانتے تھے کہ علیؑ ایسے خلیفہ نہیں ہیں جو در گزر کر دیں گے اور چشم پوشی سے کام لیں گے — اس لیے وہ بھاگ کر مکّے چلے گئے اور خدا کے گھر میں جا بیٹھے تاکہ علیؑ کے محاسبے سے بچ جائیں" —

ہارون خجل سا ہوگیا — لیکن ڈھٹائی سے بولا "اگر علیؑ اِتنے ہی عظیم اور عوام دوست تھے — تو پھر قتل کیوں ہوئے" — ؟

"حق کی راہ پر چلنے والوں کو اکثر شہید کیا گیا ہے — ہزاروں پیغمبرؑ اور خُدا کے نیک بندے اِسی طرح خدا کی راہ میں قتل ہوئے ہیں" — بُہلُول نے برجستہ جواب دیا —

ہارون کوئی عُذر نہ تَراش سکا تو بولا — اچھا بُہلُول! اب علیؑ کی شہادت کا حال بھی سنادو"۔

بُہلُول نے سرد آہ بھری اور بولا — "امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ جس رات عبدالرحمٰن ابن مُلجَم قتلِ علیؑ کے ارادے سے مسجد میں آیا۔ اس وقت ایک اور شخص بھی اس کے ساتھ تھا۔ کچھ دیر وہ دونوں باتیں کرتے رہے پھر صحنِ مسجد میں سو گئے" —

جب علیؑ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے سوتوں کو جگایا تاکہ نماز پڑھیں۔ یہ دونوں ملعُون بھی بیدار ہوگئے۔ علیؑ نماز کے لیے کھڑے ہوگئے — آپ نے سجدے میں سر رکھا — تو ابنِ مُلجَم نے تلوار آپ کے سر پہ ماری — یہ ضَرب اسی جگہ لگی جہاں پہلے عَمرو بن عَبدِ وَدّ نے غزوۂ خندق میں وار کیا تھا — اس بدبخت کے وار سے آپ کے سر سے ابرو تک گہرا

زخم پڑگیا" —

"اُس کی تلوار زہر میں بُجھی ہوئی تھی — اس لیے آپ جانبر نہ ہوسکے اور تیسرے دن شہادت پائی — آخری وقت اپنے بیٹوں سے مخاطب ہوکر فرمایا: — "خُدا کے چاہنے والوں کے لیے اِس فانی دُنیا سے انبیاؑ اور اَوصیاؑ کا ساتھ بہتر ہے۔ اگر میں اِس زخم سے مرجاؤں تو میرے قاتل کو بھی ایک ہی ضَرب لگانا کیونکہ اس نے مجھ پر صرف ایک ہی وار کیا ہے اور — ہاں — اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا" —

یہ فرماکر آپ کچھ دیر کے لیے بے ہوش ہوگئے — جب ہوش میں آئے تو اپنی وصیّت جاری رکھی — فرمانے لگے — "میں نے اِس وقت رسولِ خداؐ کو دیکھا کہ مجھ سے فرمارہے ہیں کہ کل تم ہمارے پاس ہوگے" —

"اس وقت آسمان کا رنگ بدل گیا — زمین ہلنے لگی۔ مُومنوں کی آہ و بُکا سے فضائیں گُونجنے لگیں — عوامُ النّاس کے نالہ و شیون سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی — اس بارے میں ایک شاعر نے کیا خُوب کہا ہے —

"آج کی رات مُشرکوں نے ظلم و ستم کا جھنڈا بلند کردیا ہے۔
شہادتِ علیؑ سے دین کے اَرکان پر سخت وار ہوا ہے۔
اِس ایک وار سے جو مُومنوں کے باپ کو لگا ہے۔

ایمان کا پورے کا پورا گھر اُجڑ گیا ہے۔
آسمان کے مکینوں نے اِس غم میں اپنے تاجِ سعادت اُتار پھینکے ہیں۔
دُنیا والوں کو بہتا پانی کڑوا لگنے لگا ہے۔
آبِ حیات میں زہر گھول دیا گیا ہے۔
ظالموں نے رسول اللہؐ کے داماد کو شہید کر کے ان کے دِل میں غم کے تیر پیوست کر دیے ہیں۔
انھوں نے علی مرتضیٰؑ کا سر ہی دو پارہ نہیں کیا
بلکہ خُدا کے ہاتھ (یدُ اللہ - حضرتؑ کا لقب) کو بھی کاٹ ڈالا ہے۔
جب سے علیؑ کی پیشانی پر دشمن کی تلوار لگی ہے
چاند اور سورج کی پیشانیاں بھی داغدار ہوگئی ہیں۔
یُوں معلوم ہوتا ہے جیسے شقُّ القمر کا مُعجزہ دوبارہ دنیا پر ظاہر ہوگیا ہے۔
علیؑ کی پیشانی چاند کی طرح دو ٹکڑے ہوگئی ہے۔
زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ کے نالہ و فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں۔
حسنؑ اور حسینؑ نے اپنے عمامے شدّتِ غم سے زمین پر اتار پھینکے۔"

بُہلول کا حرف حرف درد و الم میں ڈوبا ہُوا تھا۔ ہارون بھی اس کی تاثیر میں کھو سا گیا۔ اور بہت دیر تک اس کے

ہونٹوں سے ایک حرف بھی نہیں نکلا اور اس کا سر جُھکا رہا
بُہلول نے اپنی گدڑی سنبھالی اور اپنے آنسو پونچھتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا ہارون ــ اب مجھے اجازت دے۔"

ہارون چونکا ــ "ٹھہرو ــ تم ہمارے محل میں آئے ہو ــ یہ مناسب نہیں کہ یہاں سے خالی ہاتھ جاؤ"

اس نے ملازموں کو حکم دیا کہ بُہلول کے لیے اشرفیاں اور دینار لائے جائیں۔

"نہیں ہارون ــ مجھے ان اشرفیوں کی حاجت نہیں۔ تم نے یہ مال جن لوگوں سے لیا ہے ــ انھیں دے دو۔ اگر تم نے قوم کا مال نہیں لوٹایا ــ تو ایک دن ایسا ضرور آئے گا۔ جب خلیفہ سے اس کا تقاضا کیا جائے گا ــ اس روز خلیفہ خالی ہاتھ ہوگا اور اس کے پاس شرمندگی اور پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں ہوگا" ــ بُہلول اتنا کہہ کر چل دیا ــ ہارون لرز گیا اور وہیں پشیمان پشیمان سا بیٹھا رہ گیا۔

۷

ہارون کی چہیتی ملکہ، زُبیدہ اپنے شاندار محل کی کھڑکی میں سے باہر کا نظّارہ کر رہی تھی کہ اس نے بُہلول کو نہر کے کنارے

بیٹھے ہوئے دیکھا ــــ وہ بچّوں کی طرح ریت سے کھیل رہا تھا۔
کبھی وہ اس کی چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں بناتا ــــ کبھی انھیں کیاریوں کی شکل دیتا۔ کبھی ان گھروندوں میں کھڑکیاں اور دروازے بناتا ــــ زبیدہ کچھ دیر اُس کا یہ کھیل دلچسپی سے دیکھتی رہی۔ پھر اپنی چند کنیزوں کے ساتھ باہر آئی اور بُہلُول کے پاس آن کھڑی ہوئی اور اسے متوجّہ کیا ــــ "بُہلُول یہ کیا کر رہے ہو؟"
بُہلُول نے سر اُٹھا کر دیکھا ــــ "یہ میں جنّت کے محل بنا رہا ہوں" ــــ اِتنا کہہ کر وہ پھر اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔
"اچھّا" ــــ!!! زبیدہ نے مصنوعی حیرت سے کہا ــــ پھر کچھ سوچ کر بولی ــــ "بُہلُول ــــ تم بہشت کے یہ محل بیچتے بھی ہو؟"
"ہاں بیچتا ہوں" ــــ بُہلُول نے جواب دیا۔
"کِتنے دینار میں ــــ ؟؟" زبیدہ نے مِزاحاً پوچھا۔
"صِرف ــــ سو دینار میں" ــــ بُہلُول نے بتایا۔
زُبیدہ نے سوچا کہ اِس طرح مذاق ہی مذاق میں بُہلُول کی مدد بھی ہوجائے گی۔ اس نے کنیزوں کو حُکم دیا کہ بُہلُول کو سو دینار ادا کر دیے جائیں اور بُہلُول سے بولی ــــ "بُہلُول میں بھی ایک بہشت خریدنا چاہتی ہوں" ــــ
"کون سی" ــــ ؟ بُہلُول نے اِستِفسار کیا۔
زُبیدہ نے یوں ہی ریت کی ایک کیاری کی جانب اِشارہ

کر دیا ــــ "مجھے وہ بہشت چاہیے" ــــ
بُہلُول نے رقم لے لی اور بولا ــــ "تم نے قیمت ادا کر دی ہے ــــ ٹھہرو ــــ میں اس کا قُبالہ تمھارے نام لکھ دیتا ہوں"۔
زُبیدہ ہنسی ــــ "میں اِس وقت جلدی میں ہوں بُہلُول! تم اس کا قُبالہ لکھ کر محل میں لے آنا" ــــ
وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ گئی ــــ بُہلُول بھی اپنی مٹّی کی ڈھیریاں ڈھا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ سب دینار اپنی جھولی میں ڈال کر ضرورت مندوں اور ناداروں کی تلاش میں نکل گیا۔
زُبیدہ سب کچھ بھُول کر اپنے معمولات میں مصروف ہوگئی۔
رات اپنے بستر پر گئی ــــ آنکھ لگی ــــ تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک ایسے خوشنما باغ میں ہے۔ جس کا تصوّر کرنا بھی محال ہے کہ وہ روئے زمین پر اس کی کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ وہ حیران نظروں سے اسے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ اس نے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے اور ہر لحظہ حیرت میں ڈوبتی چلی گئی ــــ اس کے چاروں طرف عظیمُ الشان محلّات تھے۔ جن کے در و دیوار میں جڑے ہوئے ست رنگے جواہرات نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ چمن میں بہتی ہوئی نہروں کا پانی موتیوں جیسا شفّاف تھا۔ گلستان کی بہار قابلِ دِید تھی۔ کلیاں چٹک رہی تھیں۔ پھول کھِل رہے تھے۔ فضائیں مُعطّر تھیں

اور ہواؤں میں تازگی اور خُوشگواری تھی ۔ روشیں پھُولوں سے بھری تھیں اور ان کی مہک نرالی تھی ۔۔۔

اتنی خوب صورتی ۔۔ اتنا حُسن اور دِلکشی یکجا دیکھ کر زبیدہ حیران ہورہی تھی کہ کچھ غلام اور کنیزیں صفیں باندھے قریب آئے ۔ زرنِگار کرسی بیٹھنے کے لیے پیش کی اور مؤدبانہ لہجے میں بولے ۔۔۔ "تشریف رکھیے" ۔۔۔

زُبیدہ تصویرِ حیرت بنی اس زرّیں کرسی پر بیٹھ گئی ۔ ایک کنیز آگے بڑھی اور اس نے ایک دستاویز چاندی کی طشتری میں رکھ کر زُبیدہ کو پیش کی ۔ زُبیدہ نے کچھ مُتذبذب سی ہوکر دستاویز اُٹھائی اور ڈرتے ڈرتے اس پر نگاہ ڈالی ۔ اس میں سونے کے حرفوں سے لکھا تھا :۔۔ "یہ قُبالہ ہے اس بہشت کا جو بُہلول نے زُبیدہ کے ہاتھ فروخت کی ہے" ۔۔

اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی ۔۔ وہ بہت دیر تک خواب کے سحر میں کھوئی رہی ۔ اس کی آنکھوں میں وہ تمام فردوسی مناظر رقص کرنے لگے ۔۔ اس نے سوچا ۔۔ غور کیا اور اسے یقین ہوگیا کہ اس نے جو کچھ دیکھا ہے ۔۔ وہ خواب کی صورت میں ایک بشارت ہے ۔ بُہلول کا وعدہ سچ تھا ۔۔ کیونکہ اس نے بہشت کا قُبالہ لکھ کر دینے کا وعدہ کیا تھا اور جیسے نظّارے اس نے خواب میں دیکھے تھے ۔۔

وہ رُوئے زمین پر کہیں نہیں تھے ۔۔

اس کا رُواں رُواں مسرّت و شادمانی سے ناچ اُٹھا ۔۔ اس نے بے خودی میں ہارون کو جگایا اور پھُولے ہوئے سانسوں کے درمیان بولی ۔۔ "ظلِّ اِلٰہی ۔۔ آج میں نے سو دینار میں بُہلول سے ایک بہشت خریدی تھی ۔۔ میرا خیال تھا کہ وہ ایک مذاق ہے ۔۔ دیوانے کی بڑ ہے ۔۔ مگر وہ ابھی ابھی مجھے خواب میں دِکھلادی گئی ہے ۔۔ اس کا قُبالہ میرے نام ہے ۔۔ میں نے ابھی اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے" ۔

"تمھارا دماغ تو درست ہے ۔۔ اَحمق ۔۔ کہ تمھیں بھی اس دیوانے نے پاگل بنا دیا ہے" ۔۔ ہارون نے اپنی نیند خراب ہونے کی خفگی سے کہا ۔۔

"نہیں ۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں ۔۔ میں نے خواب میں جو کچھ دیکھا ہے ۔۔ اس کا دیدار کسی انسانی آنکھ نے نہیں کیا ہوگا ۔۔ وہ بہشت میرے نام ہے ۔۔ خُدا کی قسم میں نے اس کی دستاویز دیکھی ہے" ۔۔ زُبیدہ نے جوش سے بتایا ۔۔

"اوہو ۔۔ یہ وقت ایسے اُلٹے سیدھے خواب سُنانے کا ہے ۔۔ خاموش ہوجاؤ اور میری نیند خراب نہ کرو" ۔۔ ہارون نے غصّے سے کہا اور کروٹ بدل لی ۔

لیکن زُبیدہ کی آنکھوں سے نیند غائب تھی۔ وہ تمام رات اس نے اسی تصوّر میں گزار دی — صُبح اٹھتے ہی وہ پھر ہارون کے گِرد ہوگئی اور اسے قسمیں کھا کھا کر اپنا خواب سُنایا اور اسے یقین دِلایا کہ اس کا خواب سچّا ہے اور بُہلُول سے خریدی ہوئی جنّت حقیقت ہے —

ہارون نے بُہلُول کو بُلا بھیجا — وہ اپنی گُدڑی میں لپٹا شہنشاہوں کی سی شان سے آیا اور معنیٰ خیز لہجے میں ہارُن سے بولا — "تجھ جیسے بادشاہ کو مجھ فقیر کی ضرورت کیوں آن پڑی ہے" — ؟

"سُنا ہے — تُو نے بہشت بیچنے کا کاروبار شروع کر دیا ہے" — ہارون نے مذاق اُڑایا —

"مابدولت تو یہ کاروبار کب سے کر رہے ہیں"۔ بُہلُول نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"سُنا ہے تو نے ملکہ کو بھی کوئی بہشت بیچی ہے" — ہارون نے سوال کیا —

"ہاں" — !! بُہلُول نے اِثبات میں سر ہلایا —

"کتنے میں — ؟ ہارون نے پُوچھا —

"سو دینار میں" — وہ بولا —

"بہت خُوب — میں بھی تجھے سو دینار سے کچھ زیادہ ہی

دے دوں گا — ایک بہشت میرے ہاتھ بھی فروخت کر دے" — ہارون نے کہا۔

بُہلُول نے قہقہہ لگایا — "ہارون تیری ملکہ نے تو اَن دیکھے یہ سودا کیا تھا — تو نے تو اُس سے سب کچھ سُن لیا ہے — اب اس کی قیمت ادا کرنا تیرے بس میں نہیں" —

۸

بُہلُول کی اس کرامت نے ہارون کو فکرمند کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بُہلُول کی کوئی ایسی بات لوگوں کو اپنی طرف مُتوجّہ کرے اور وہ اس کے مُعتقِد بن جائیں۔ کیونکہ اسے یہ بھی بدگمانی تھی کہ امام مُوسیٰ بن جعفرؑ جنھیں اس نے قید کر رکھا تھا۔ وہ ان سے خُفیہ رابطہ رکھتا ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے۔ اس نے ان جاسوسوں کو بُلوایا۔ جو بُہلُول کے بارے میں سے تمام خبریں پہنچاتے تھے اور ان سے بولا "تم لوگوں نے بُہلُول کے بارے میں کیا پتہ چلایا ہے ؟" —

"جان کی اَمان پاؤں تو کچھ عرض کروں" — ایک شخص نے جُرأت کی۔

"اَمان ہے" — ہارون نے کہا۔

"عالی جاہ ۔۔ ! اُسے دیوانہ نہیں ۔۔ دانا کہنا چاہیے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے ۔۔ جیسے اُس نے خُود پر دیوانگی کا ایک خول سا چڑھا رکھا ہے ۔۔ وہ دانشمندی میں اچھّے بھلے ہوش مندوں کو مات دے دیتا ہے ۔۔ ہم نے اس کی بہت نگرانی کی ہے ۔۔ مگر کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر گرفت کی جاسکے" ۔۔ ایک وزیر نے جواب دیا۔

"ہمیں خبر ملی ہے کہ اس نے عوام کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے ۔ لوگ اپنی مشکلیں لے کر اس کے پاس جاتے ہیں" ۔۔ ہارون نے ناگواری سے کہا۔

"آپ نے بجا فرمایا ۔۔ ظلِّ سُبحانی ۔۔ !!! یہ حقیقت ہے کہ وہ لوگوں کے کام آتا ہے اور بڑے عجیب انداز میں ان کی مشکلیں حل کرتا ہے ۔ اگر اجازت ہو تو میں بغداد کے سوداگر کا قِصّہ بیان کروں ۔ جس کی مشکل بُہلُول نے آسان کی ہے" ۔۔ دوسرے مُشیر نے گفتگو میں حصّہ لیا ۔۔

"اجازت ہے" ۔۔ ہارون نے اجازت دی۔

"اِس بات کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا ۔ بغداد کا ایک شریف سوداگر عجیب مشکل میں گرفتار ہوگیا تھا ۔۔ وہ بہت کم مُنافع پر مال بیچتا ہے ۔۔ اس لیے شہر میں ہر دلعزیز ہے۔ اس کا ایک کاروباری رقیب جو یہودی ہے ۔ اس سے حَسَد

کرتا تھا اور موقع کی تاک میں تھا کہ سوداگر کو کوئی نقصان پہنچا سکے ۔ وہ شہر میں سُود پر روپیہ بھی چلاتا ہے"۔

کچھ مُدّت گزری اس شریف سوداگر کو روپے کی ضرورت پڑی ۔ اس نے یہودی سے قرض مانگا ۔۔ وہ روپیہ دینے پر تیار تو ہوگیا ۔۔ لیکن اس نے ایک نرالی شرط رکھی کہ اگر سوداگر وقتِ مقررہ پر اس کا قرض ادا نہ کر سکا ۔۔ تو وہ اس کے بدلے میں اس کے جسم کے جس حصّے سے چاہے گا ۔۔ ایک سیر گوشت کاٹ لے گا ۔۔ سوداگر مجبور تھا ۔ اس کی عزّت پر بنی تھی ۔۔ اس نے مجبوراً شرط مان لی اور پکّی دستاویز لکھ کر یہودی کے حوالے کر دی"۔

"اِتّفاق ایسا ہوا کہ وہ سوداگر وقتِ مقررہ پر قرض ادا نہیں کر سکا ۔۔ تو یہودی نے فوراً عدالت میں مُقدّمہ دائر کر دیا کیونکہ اس کے پاس سوداگر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستاویز موجود تھی ۔۔ اس لیے قاضی کو فیصلہ یہودی کے حق میں ہی دینا تھا ۔۔ مگر وہ آج کل پر ٹالتا رہا ۔۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہودی سوداگر کا سخت ترین دشمن ہے ۔۔ وہ اس کا ایسا عُضو کاٹنا چاہتا ہے جو اس کی مَوت کا باعث بن جائے۔

"یہودی ہر روز قاضی سے حُکم جاری کرنے کا تقاضا کرنے لگا۔ قاضی کے پاس بھی سوداگر کے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں تھی ۔۔

لوگ بھی اس کے حال پر کُڑھتے تھے ___ کسی نے بہلول سے بھی یہ قصّہ جا کہا ___ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ___ اپنی گدڑی اُٹھا کر کندھے پہ ڈالی اور قاضی کی عدالت میں جا پہنچا ___ اور قاضی سے بولا ___

"قاضی جی ___ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اِنسانیت کے ناطے اس سوداگر کی وکالت کروں" ___

قاضی نے اُسے اجازت دے دی ___ تو وہ اپنا عصا کھٹکھٹاتا آگے بڑھا اور بڑے اِطمینان سے سوداگر اور یہودی کے درمیان جا بیٹھا۔ اور سوداگر سے بولا ___ "بھائی سوداگر! کیا تو نے اس کو دستاویز لکھ کر دی ہے کہ اگر تو قرض ادا نہ کر سکے تو اسے اِختیار ہے کہ یہ تیرے جسم کا ایک سیر گوشت جس جگہ سے چاہے اُتار لے" ___

"مجھے اِس سے اِنکار نہیں ہے" ___ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولا ___

پھر بہلول یہودی کی طرف مُتوجّہ ہوا ___ "کیوں بھائی کیا یہی دستاویز لکھی گئی تھی کہ تم اس کے جسم سے ایک سیر گوشت جہاں سے چاہو گے کاٹ لو گے" ___

"بالکل یہی اِقرار ہوا تھا ___ میرے پاس دستاویز موجود ہے" ___ یہودی نے بڑے فخر سے بتایا ___

"تو پھر ٹھیک ہے بھائی ___ تمھیں پورا حق حاصل ہے کہ تم سوداگر کے جسم سے ایک سیر گوشت کاٹ لو ___ جہاں سے جی چاہے کاٹو ___ لیکن اِتنا خیال رکھنا کہ شرط صِرف گوشت کی ہے اور وہ بھی پورا ایک سیر ___ نہ کم نہ زیادہ ___ اور خون کا ایک قطرہ نہ نکلے۔ اگر تم نے ایک سیر سے کم یا زیادہ کاٹا یا سوداگر کا خون ضائع ہوا تو تمھیں اِقدامِ قتل کی سزا ملے گی" ___ بہلول نے بہت مزے سے کہا ___

یہودی کا مُنہ کھُلے کا کھُلا رہ گیا۔ لوگ عش عش کر اُٹھے اور قاضی نے حُکم دیا کہ یہودی کو صِرف رقم ادا کر دی جائے۔

"بہت خوب" ___ !!! ہارون نے توصیفی انداز میں کہا "بہت دُور کی کوڑی لایا بہلول" ___

"عالی جاہ ___ اس کا دیوانہ دماغ اکثر دُور کی کوڑی لاتا ہے ___ اگر مجھے اجازت ہو تو میں بتاؤں کہ اس نے ایک بیوقوف غلام کو کیا خوب سبق سکھایا" ___ کوئی دُوسرا مُقرّب بولا۔

"بیان کرو" ___ ہارون نے اجازت دی۔

چند روز ہوئے یہ خاکسار ایک کشتی میں بصرے گیا۔ اس میں اور لوگوں کے ساتھ بہلول بھی سوار تھا ___ اچانک ایک سوداگر کا غلام رونے اور چلّانے لگا ___ "خدا کے لیے مجھے کشتی سے اُتارو ___ نہیں تو میں مر جاؤں گا ___ خدا کیلئے

اس کشتی کو واپس لے جاؤ — سمندر کی لہریں اسے اُلٹا دیں گی ہم سب ڈوب جائیں گے — تمہیں خدا رسُول کا واسطہ کشتی کو روکو "—

اسے ایک لمحہ بھی قرار نہیں آرہا تھا اور اس کی چیخ وپکار سے کشتی میں سوار لوگ بہت پریشان ہو رہے تھے — کچھ مُسافروں نے اُسے تسلّی دینے کی کوشش بھی کی — ہر طرح سے سمجھایا بُجھایا — لیکن اسے کسی پل چین نہیں تھا —

بُہلُول نے غلام کے مالِک سے کہا — " جناب ! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے غُلام کا خوف دور کردوں — بچارا بہت پریشان ہے "—

" نیکی اور پُوچھ پُوچھ — بھلا اس سے بہتر اور کیا بات ہوگی — اس کا کوئی بندوبست کرو — یہ خود تو پریشان ہے ہی — اس کی چیخ وپکار ہمارے دماغ پر بھی ہتھوڑے کی طرح برس رہی ہے — اللہ تمہیں جزائے خیر دے — اسے پُرسکون کردو "— سوداگر نے جلدی سے کہا —

باقی لوگوں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں مِلائی —

بُہلُول نے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا — " بھائیو — تمہیں زحمت تو ہوگی — ذرا اس بچارے غُلام کو اُٹھا کر سمندر میں تین چار ڈبکیاں تو دِلوا دو "—

لوگ ہنس پڑے — کچھ نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا — غلام اور زیادہ چیخ وپکار کرنے لگا — بُہلُول بولا — بھائیو — جب اس کے مالِک نے اجازت دے دی ہے تو تمہیں کیوں تامّل ہے — شاباش اٹھو — اس کو سمندر میں دو چار غوطے دِلوا دو — چلو بِسمِ اللہ کرو "—

سوداگر نے اس کی تائید کی — تو غُلام کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں نے اس کو پکڑ لیا ۔ غُلام نے واویلا مچا کر آسمان سر پر اُٹھا لیا — بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر اس کی ایک نہیں چلی — کچھ آدمیوں نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا اور سمندر میں غوطے دینے لگے — وہ بچاؤ — بچاؤ — کا شور مچانے لگا.

چند لمحوں بعد بُہلُول نے کہا — " یار — اس بچارے پر ترس کھاؤ اور اب بس کرو — اس کا علاج ہو گیا ہے "۔

مُسافروں نے اسے واپس کھینچ لیا — اس نے ہانپتے کانپتے اپنے ناک اور مُنہ سے پانی نکالا — بال پونچھے اور ایک کونے میں بالکل چُپ بیٹھ رہا — باقی مسافروں نے حیرت سے اس کی اس خاموشی کو دیکھا — اور بُہلُول سے سوال کیا کہ " اس نے یہ نُسخہ کیونکر ایجاد کیا جو اس قدر کارگر ثابت ہوا "— ؟

بُہلُول نے ہنس کر جواب دیا — " اس بچارے کو کشتی

کے آرام کی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں تھا — سمندر میں غوطے کھا کر اسے یہ نکتہ سمجھ میں آگیا ہے کہ کشتی سمندر کے مقابلے میں کتنی محفوظ ہے" —

ہارون مسکرایا — "اس مسخرے کا بھی کوئی ایسا ہی علاج کرنا پڑے گا — جو دیوانہ بن کر دوسروں کو دیوانہ بناتا پھرتا ہے" —

"ظلِّ الٰہی نے بجا فرمایا — ہمارا اندازہ بھی یہی ہے کہ وہ دیوانہ نہیں ہے — بلکہ دوسروں کو بیوقوف بنانے کے لیے ایسی حرکتیں کرتا ہے — کچھ روز پہلے تو ہمیں اس کا ثبوت بھی مل گیا کہ وہ دیوانہ — پاگل اور دانشمند میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے" — ایک شخص نے کہا —

"وہ کس طرح — ؟ بیان کرو" — ہارون نے متجسّس لہجے میں کہا۔

"جب بہلول کو پاگل پن کا دورہ پڑا تھا — تو ایک تاجر نے غالباً فال لینے کی غرض سے بہلول سے پوچھا — "حضرت شیخ بہلول صاحب — ! مہربانی فرما کر مجھے مشورہ دیں کہ میں کونسا مال خریدوں جو نفع بخش ہو" — ؟

بہلول نے بڑے اطمینان سے کہہ دیا — "بھائی تم لوہا اور روئی خرید لو — اللہ تعالیٰ برکت دے گا" —

دیوانوں اور درویشوں کی باتوں سے اکثر لوگ فال لیتے ہی ہیں اس نے بھی بہلول کی بات پر عمل کیا — اتفاقاً اسے بہت زیادہ منافع ہوا" —

دو ڈھائی ماہ بعد، اس نے پھر مال خریدنے کا ارادہ کیا تو سوچا کہ پھر بہلول کی باتوں سے فال لی جائے — وہ اس کے پاس آیا — یہ اپنی ان دیوانی حرکتوں میں لگا ہوا تھا — تاجر نے اسے بلایا — تو اپنے عصا پر سوار ہو کر ٹخ ٹخ کرتا آیا — اس نے اس کی حالت دیکھ کر کہیں کہہ دیا —

"او پاگل بہلول — ذرا یہ تو بتا کہ اس بار میں تجارت کے لیے کون سا مال خریدوں" —

بہلول فوراً بولا — "جا بھائی پیاز اور تربوز خرید لے"۔

"اس احمق نے بغیر سوچے سمجھے اپنا تمام سرمایہ پیاز اور تربوز خریدنے میں لگا دیا — فصل کے دنوں میں تو ویسے ہی ان کی مانگ نہیں تھی — کچھ دن ذخیرہ کیے — تو وہ سڑ گئے اور اسے خسارہ اٹھانا پڑا — وہ غصّے میں بھرا ہوا بہلول کے پاس آیا اور بولا — "او بہلول — تو نے مجھے یہ کیسا مشورہ دیا تھا — میرا سارا سرمایہ ڈوب گیا ہے — حالانکہ پچھلی بار تیرے مشورے سے مجھے بہت منافع ہوا تھا" —

بہلول بولا — "حضرت — پہلے روز جب آپ نے مجھ

سے مشورہ مانگا تھا ۔۔۔ تو جناب شیخ بہلول کہہ کر مجھے آواز دی
تھی ۔۔۔ گویا آپ نے مجھے دانشمند سمجھ کر میرے وقار کا خیال
رکھا ۔۔۔ میں نے بھی دانشمندی سے مشورہ دیا ۔۔۔ لیکن دوسری
بار آپ کو یاد ہے کہ آپ نے کیا گوہر افشانی فرمائی تھی"۔۔؟

"نہیں"۔۔۔ تاجر کو یاد نہیں تھا ۔۔۔

"آپ نے فرمایا تھا ۔۔۔ او پاگل بہلول ۔۔۔ !! چونکہ آپ
نے مجھے پاگل سمجھ کر مخاطب کیا تھا ۔۔۔ اس لیے میں نے بھی
آپ کو پاگل پن سے ہی مشورہ دیا تھا"۔۔۔

"بہت خوب ۔۔۔ !!! ہارون محظوظ ہوا ۔۔۔ "یہ تو ہوشمند
دیوانہ ہے ۔۔۔ اس کا کوئی بندوبست کرنا ہی پڑے گا"۔۔۔

"آپ کا فرمانا بجا ۔۔۔ لیکن حضور ۔۔۔ اس کی اس
دیوانگی نے اسے عوام سے بہت قریب کر دیا ہے ۔۔۔ یہ مفت
میں ان کی مشکلیں حل کرتا ہے ۔۔۔ ہر غریب کے ساتھ اٹھ کر
چل پڑتا ہے ۔۔۔ اس پر ذرا احتیاط سے ہاتھ ڈالنا ہوگا"۔
وزیر نے اظہارِ خیال کیا ۔۔۔

"ہوں ۔۔۔ تو پھر تم ہی بتاؤ کہ اس پر کون سی فردِ جرم
عائد کی جائے کہ عوام میں کوئی ردِ عمل نہ ہو"۔۔۔ ؟ ہارون
نے پوچھا۔

"جان کی امان پاؤں ۔۔۔ تو ایک تجویز پیش کروں"۔۔۔

ایک مشیر نے محتاط لہجے میں کہا۔

"امان ہے"۔۔۔ ہارون نے شاہانہ نخوت سے گویا
احسان کیا۔

"اس پر الزام لگایا جاسکتا ہے کہ وہ انبیائے سلف کی
توہین کرتا ہے ۔۔۔ اس لیے اسلام سے خارج ہے اور واجب
القتل ہے"۔۔۔ اس نے بتایا۔

"کوئی ثبوت"۔۔۔ ؟؟ ہارون نے رعبِ شاہی سے کہا۔

"اس کا ثبوت بھی موجود ہے اور گواہ بھی"۔۔۔ مشیر بولا۔

"بیان کرو"۔۔۔ ہارون نے تحکمانہ شان سے کہا۔

"کچھ لوگوں نے بہلول سے حضرت لوط علیہ السلام کے
بارے میں پوچھا کہ وہ کس قوم کے پیغمبر تھے ؟ ۔۔۔ تو وہ کہنے
لگا ۔۔۔ کہ ان کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ اوباشوں اور عیاشوں
کے پیغمبر تھے ۔۔۔ لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے تو پیغمبرِ خدا کی شان
میں گستاخی کرتا ہے ۔۔۔ تو اس نے یہ کہہ کر اپنی جان بچائی کہ
میں نے پیغمبر کی شان میں تو گستاخی نہیں کی ۔۔۔ میں نے تو اُن
کی قوم کی بات کی ہے ۔۔۔ اس کی تائید قرآنِ پاک میں موجود
ہے"۔۔۔

ہارون زیرِ لب مسکرایا ۔۔۔ اور بولا ۔۔۔ "نہیں ۔۔۔ نہیں
اُس پر یہ الزام ثابت نہیں کیا جاسکتا ۔۔۔ یہ دیوانہ بڑا حاضر

جواب ہے اور دوسروں کو لاجواب کرنے کا ہُنر خوب جانتا ہے۔"

"عالی جاہ — ایسا ویسا حاضر جواب — اس نے تو آپ کے وزیرِ مملکت کا ایسا ناطقہ بند کیا تھا کہ موصوف بغلیں جھانکنے لگے تھے۔ حالانکہ وہ خود کو بہت حاضر دماغ سمجھتے ہیں" — ایک مشیر نے وزیرِ مملکت کا تذکرہ کیا۔ جو اس وقت محفل میں موجود نہیں تھا۔

"وہ قصّہ کیا ہے، بیان کیا جائے" — ہارون نے اجازت دی —

"عالی جاہ — ہُوا یوں کہ ایک روز بہلول یہاں آیا تو اتّفاقاً وزیرِ مملکت سے ملاقات ہوگئی — انھوں نے مزاحاً بہلول سے کہا — "بہلول — !! مبارک ہو — ابھی ابھی حکم آیا ہے کہ خلیفہ نے تجھے کتّوں، مرغوں اور سوروں کا امیر اور حاکم بنا دیا ہے" —

بہلول نے ایک لمحہ توقّف نہیں کیا اور بڑے رعب سے بولا — "خبردار — اب ہمارے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ کرنا۔ اس حکم سے تو بھی میری رعیّت ہوگیا ہے" — اس نے یہ بات اتنی بے ساختگی سے کہی کہ وہاں موجود کوئی بھی اپنی ہنسی پر قابو نہیں پاسکا اور وزیرِ مملکت کو وہاں سے ٹلتے ہی بنی۔"

ہارون ہنسنے لگا — تو اس کے خوشگوار مزاج سے شہ پاکر

مشیر کے کسی حاسد نے موقع غنیمت جان کر کہا — "عالی جاہ مشیر صاحب نے وزیرِ مملکت کا واقعہ تو بیان کردیا — لیکن ذرا ان سے بھی تو پوچھیے کہ پچھلے ہفتے حضرت بہلول نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے" — ؟

ہارون نے اس کی جانب دیکھا — "بولو — کیا ہُوا تھا" — ؟؟

وہ خفیف سا ہوگیا اور اس شخص پر قہر آلود نگاہ ڈال کر بولا — "ظلِّ الٰہی — حاسدوں کا کام دوسروں کو نیچا دکھاتا ہے" —

"تم نے وزیرِ مملکت کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کا نشانہ تمھاری اپنی ذات بھی بن گئی ہے — فوراً وہ قصّہ بیان کرو" — ہارون نے سرزنش کی۔

سرتابی کی مجال کس میں تھی — وہ خجل سا ہوکر اپنا قصّہ آپ ہی کہنے لگا — "عالی جاہ — اس روز میں نے کھانے کے ساتھ پنیر بھی کھایا تھا — شاید اس کا کوئی ریزہ میری ڈاڑھی میں بھی اٹکا رہ گیا — لیکن مجھے اس کی خبر نہیں تھی — شومیٔ قسمت کہ بہلول اس طرف آنکلا اور مجھ سے پوچھنے لگا — "مشیر صاحب — آج آپ نے ناشتے میں کیا تناول فرمایا ہے" — ؟

میں نے ہنسی ہنسی میں کہہ دیا ـــــ "میں نے کبوتر کھایا ہے" ـــــ؟

تو وہ کہنے لگا ـــــ "تب ہی اس کی بیٹ آپ کی ریش مبارک میں اٹکی ہوئی نظر آرہی ہے" ـــــ

ہارون بے ساختہ ہنس پڑا ـــــ "واللہ کیسا مسخرہ ہے یہ بہلول ـــــ کل اُسے دربار میں طلب کرو ـــــ ہم خود اس سے بات کریں گے" ـــــ

۹

اگلے روز بہلول دربار میں حاضر تھا ـــــ ہارون اپنے زرنگار تخت پر شاہی لباس پہنے بڑی تمکنت سے بیٹھا ہوا تھا ـــــ بہلول اپنی بوسیدہ پاپوش اور پیوند لگی گدڑی کے ساتھ اُس کے حضور پیش کیا گیا ـــــ ہارون نے ایک قہر آلود نگاہ اُس پر ڈالی اور خشمگین لہجے میں بولا ـــــ "بہلول ـــــ!!! تو بہت ہوشیار بنتا ہے ـــــ لیکن ہمیں پتہ چلا ہے کہ تو حکومت کے باغی موسیٰؑ بن جعفرؑ کے دوست داروں میں سے ہے ـــــ اُنھی کے حکم پر تو دیوانہ بنا ہوا ہے ـــــ تاکہ عوام کو ان کی طرف متوجّہ کر کے ہماری حکومت کا تختہ اُلٹ دے ـــــ تو سمجھتا ہے کہ پاگل ہونے کی وجہ سے تیری کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی ـــــ

لیکن یاد رکھ کہ حکومت تیری طرف سے غافل نہیں ہے ـــــ تیری سب سرگرمیوں کی خبر ہمیں برابر ملتی ہے" ـــــ

بہلول نے مضحکہ خیز صورت بنائی ـــــ "ظاہر ہے کہ تمھارے نمک حلال شکاری کُتّے صحیح اطلاع ہی لے کر آئے ہوں گے۔ تو اب خلیفہ مجھ سے کیسا سلوک کریں گے" ـــــ؟

بھرے دربار میں مذاق اُڑانے پر ہارون کو اور طیش آیا ـــــ "تمھیں ایسا سبق سکھایا جائے گا کہ تم دوسروں کے لیے نمونۂ عبرت بن جاؤ گے" ـــــ اس نے غصّے سے کہا اور اپنے غلام کو پکارا ـــــ "مسرور ـــــ لے جاؤ اس گستاخ کو ـــــ اس کے کپڑے اُتار لو اور اس پر گدھے کا پالان ڈال دو ـــــ اس کے منہ میں لگام دو ـــــ اسے محل اور حرم سرا میں پھراؤ اور اس کے بعد میرے سامنے اس کا سرِ پُر غرور اڑا دو" ـــــ

دربار میں سناٹا چھا گیا ـــــ درباری ہیبتِ شاہی سے کانپ گئے ـــــ لیکن بہلول شانِ بے نیازی سے کھڑا مسکراتا رہا ـــــ مسرور آگے بڑھا اور اس نے بہلول کی گدڑی گھسیٹ کر پرے اُچھالی ـــــ اس کا بوسیدہ لباس نوچ کر اس پہ گدھے کا پالان کس دیا ـــــ اس کے منہ میں لگام دی اور اسے کھینچتا ہوا محل اور حرم سرا کی طرف لے گیا۔

شاہی درباروں اور محل سراؤں میں انسانیت کی تذلیل

روز کا معمول ہے ــــ اس لیے بہلول کی اس ہیئتِ کذائی پر کسی کو تعجب نہیں ہوا ــــ محل اور حرم سرا کے مکین انسانیت کی اس توہین کو تماشے کی طرح دیکھتے رہے ــــ کسی نے سوچا کہ بہلول تو دیوانہ ہے ــــ اس لیے سزا کا مستوجب نہیں ــــ لیکن جان کے خوف نے زبانوں کو بند کر رکھا تھا ــــ کوئی کچھ نہ کہہ سکا ــــ

مسرور اس کی لگام کھینچتا اسے دربار میں واپس لے آیا۔ اور ہارون کے سامنے ادب سے جھک کر بولا ــــ "عالی جاہ! آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی ــــ کیا اس کی گردن اڑا دی جائے"؟

ہارون نے ابھی جواب نہیں دیا تھا کہ ناگاہ اس کا وزیر جعفر برمکی دربار میں داخل ہوا ــــ اس نے حیرت سے بہلول کی یہ حالت دیکھی اور بولا ــــ

"بہلول ــــ خیریت تو ہے ــــ ایسا کیا قصور ہو گیا ہے تم سے جو یہ حالت بنی ہے" ــــ؟

بہلول ہنسا ــــ "جناب عالی ــــ یہ تو کچھ بھی نہیں ــــ ابھی تو میری گردن بھی ماری جائے گی" ــــ

"مگر کس جرم میں" ــــ؟ جعفر برمکی نے پوچھا۔

"میں نے ایک سچی بات کہہ دی تھی ــــ جس کے انعام میں خلیفہ نے مجھے یہ خلعتِ فاخرہ عطا کی ہے اور جامِ مرگ

میرا انتظار کر رہا ہے" ــــ

ہارون کو بے ساختہ ہنسی آگئی ــــ خلیفہ کو ہنستے دیکھ کر درباری اور جعفر برمکی جو اپنی ہنسی ضبط کر رہے تھے ــــ وہ بھی ہنس پڑے ــــ ہارون کا غصہ کافور ہو گیا اور اس نے شاہی حکم جاری کیا ــــ "جیسی بہلول نے کہی ہے اسے ویسی ہی خلعتِ فاخرہ عطا کی جائے" ــــ

"خلیفہ کے اس کرم کا شکریہ ــــ مجھے اپنی پیوند لگی گدڑی ہی غنیمت ہے" ــــ بہلول نے اپنی گدڑی شانے پہ ڈال لی۔

"بہلول کو درہم و دینار عطا کیے جائیں" ــــ شاہی فرمان جاری ہوا۔

"نہیں ــــ مجھے اہلِ جہنم کی پیشانیوں اور پشتوں پر لگنے والی مہروں کی ضرورت نہیں" ــــ بہلول چلنے پر تیار ہو گیا۔

ہارون نے اسے روکا ــــ "بہلول ــــ اگر تم اس انعام و اکرام کو اپنے استعمال میں نہیں لانا چاہتے تو غریبوں اور محتاجوں میں بانٹ دینا ــــ ان کا بھلا ہو جائے گا" ــــ

بہلول رک گیا اور اس نے رقم کی تھیلیاں غلام سے لے لیں ــــ چند قدم چلا اور رک گیا ــــ کچھ سوچنے لگا ــــ پھر آگے بڑھا اور رک گیا ــــ پھر کچھ سوچا اور واپس پلٹ آیا ــــ اس نے رقم کی تھیلیاں ہارون کے سامنے ڈھیر کر دیں ــــ اور بولا:

"ہارون — میں نے بہت سوچا ہے کہ ان اشرفیوں کی سب سے زیادہ ضرورت کس کو ہے — لیکن مجھے تجھ سے زیادہ مُستحق کوئی اَور نظر نہیں آیا — تجھ سے زیادہ نادار اور ضرورتمند شاید اور کوئی نہیں — کیونکہ میں روز دیکھتا ہوں کہ تیرے کارندے ہر جگہ لوگوں کو کوڑے مار مار کر ان سے ٹیکس وصول کرتے ہیں — تاکہ تیرے خزانے پُر ہوں — سارے شہر میں سب سے بڑا ضرورت مند تو تُو خود ہے — اس لیے یہ رقم تُو ہی رکھ لے" —

خلیفہ دم بخود رہ گیا — اہلِ دربار سناٹے میں آ گئے — بُہلول کے انجام کا سوچ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے — لیکن بُہلول اطمینان سے چل کھڑا ہوا —

"روکو — !!! روکو اس دیوانے کو روکو" — اچانک خلیفہ ہارون کی آواز گونجی —

اہلِ دربار اس تصوّر سے ہی کانپ گئے کہ اب بُہلول کا عِتابِ شاہی سے بچنا محال ہے —

دو غلام تیزی سے آگے بڑھے اور بُہلول کو گھسیٹ کر ہارون کے سامنے لے آئے —

ہارون کی آنکھیں نَم تھیں اور پشیمانی نے اس کی آواز کو پست کر دیا تھا — وہ گہری سانس لے کر بولا — "بُہلول —

تیری دیوانگی ہم جیسے ہوش مندوں کے لیے ایک نعمت ہے — تیری اس بات نے میرے دل کو نرم کر دیا ہے — میرا جی چاہتا ہے کہ تجھ سے کچھ پند و نصیحت کی فرمائش کروں" —

غلاموں نے فوراً ہی بُہلول کو چھوڑ دیا — وہ اپنی مخصوص شان بے نیازی سے گویا ہوا — "ہارون — پچھلے خلیفوں کے محلوں اور ان قبروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کر — تو خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ عرصۂ دراز تک ان محلوں میں عیش و عشرت کی زندگی گزارتے رہے — اور اب قبروں میں پڑے پچھتاتے اور افسوس کرتے ہیں کہ کاش — انھوں نے اپنی آخرت کے لیے کچھ نیک اعمال اپنے ساتھ لے لیے ہوتے ۔ مگر اب انھیں اس پچھتاوے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا — ہم سب بھی جلد یا بدیر اسی انجام کو پہنچنے والے ہیں — جب یہ شاہی رُعب و دَبدَبہ اور شان و شوکت کوئی کام نہیں دے گی" —

ہارون پر کپکپی سی طاری ہو گئی — مُتاَسّف لہجے میں بولا — "بُہلول کچھ ایسے اعمال بتا جن کے بجا لانے سے اللہ مجھ سے خوش ہو جائے" —

"اس کی مخلوق کو خوش کر — وہ تجھ سے راضی ہو جائے گا" — بُہلول نے جواب دیا —

"اب اِس کی تدبیر بھی بتا دو کہ خَلقِ خُدا کو کس طرح خوش

رکھا جاسکتا ہے"۔۔۔ ہارون نے پوچھا۔۔۔

"عدل و انصاف میں سب کو برابر کا درجہ دو۔۔۔ جو اپنے لیے مناسب نہیں سمجھتے۔۔۔ دوسروں کو بھی اس کا مستحق نہ سمجھو۔۔۔ مظلوم کی فریاد توجہ سے سنو اور انصاف سے فیصلہ کرو"۔۔۔ بہلول نے بردباری سے کہا۔۔۔

"آفرین صد آفرین بہلول۔۔۔ مرحبا۔۔۔!!! تم نے کیسی حق بات کہی ہے۔۔۔ مرحبا۔۔۔!!! ہارون نے توصیفی لہجے میں کہا۔۔۔ اس کی ہاں میں ہاں ملانے والے درباریوں نے بھی نعرہ ہائے تحسین بلند کیے۔۔۔

ہارون نے حکمِ شاہی جاری کیا۔۔۔ "حکم دیا جاتا ہے کہ شاہی خزانے سے بہلول کے تمام قرض ادا کر دیے جائیں"۔۔۔

"ہارون قرض سے بھی کبھی قرض ادا ہوا ہے"۔۔۔ بہلول نے اسے مخاطب کرکے کہا۔۔۔ "شاہی خزانے میں جو کچھ ہے۔۔۔ وہ عوام کا مال ہے اور خلیفہ پر قرض ہے۔۔۔ تمہارے لیے یہی مناسب ہے کہ عوام کا قرض انھیں لوٹا دو۔۔۔ مجھے تمہارا یہ احسان نہیں چاہیے"۔۔۔

"تو پھر بہلول کوئی تو خواہش کرو۔۔۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ تمہاری کوئی آرزو پوری کروں"۔۔۔ ہارون نے زور دے کر کہا۔۔۔

"تو پھر میری خواہش اور آرزو یہی ہے کہ میری نصیحتوں پر عمل کرو۔۔۔ لیکن افسوس کہ دنیا کی شان و شوکت اور اقتدار کا نشہ بہت جلد میری ان نصیحتوں کو فراموش کرا دے گا"۔۔۔ یہ کہتا ہوا وہ دربار سے باہر نکل گیا۔۔۔ ہارون اور اہلِ دربار جھکے ہوئے سروں کے ساتھ خاموش بیٹھے رہ گئے۔

۱۰

بہلول اپنے ویران کھنڈر میں واپس آیا۔۔۔ تو دیکھا اس میں قدموں کے نشان ہیں۔۔۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔۔۔ جیسے کوئی یہاں آیا ہے۔۔۔ اس نے فوراً ایک خاص جگہ پر دیکھا۔ تازہ کھدی ہوئی مٹی جس کو ہموار کیا گیا تھا۔۔۔ بتا رہی تھی کہ اس کا اندیشہ درست تھا۔۔۔ اس نے اپنی چھڑی سے مٹی کو ہٹایا۔۔۔ اس کی جمع شدہ رقم غائب تھی۔۔۔

بہلول کچھ رقم کسی ہنگامی ضرورت کے لیے مٹی میں چھپا کر رکھتا تھا۔۔۔ غالباً کسی نے اسے رقم چھپاتے ہوئے تاڑ لیا تھا۔۔۔ اس نے اپنی گدڑی اٹھائی اور چل پڑا۔۔۔ اور نزدیک ہی واقع موچی کی دوکان پر پہنچا۔۔۔ اور بڑی خوش طبعی سے اسے سلام کیا۔

"آؤ۔۔۔ آؤ بہلول۔۔۔!!! کیسے آنا ہوا"۔۔۔؟ موچی نے

خوشی سے پوچھا۔

"میں نے سوچا کہ تم سے مل آؤں — پھر تم سے ایک کام بھی ہے" — بہلول نے کہا۔

"کیسا کام" — ؟؟ موچی نے پوچھا۔

"تم ایک اچھے انسان ہو — مجھ جیسے دیوانے کے ساتھ بھی خوش اخلاقی سے پیش آتے ہو — میں تم سے ایک مشورہ لینا چاہتا ہوں" — بہلول نے کہا۔

"یہ تمھاری مہربانی ہے کہ تم ایسا سمجھتے ہو" — موچی نے خوش ہو کر کہا۔

بہلول ذرا قریب ہوا اور بولا — "تم تو جانتے ہو کہ میں ویرانوں، کھنڈروں اور خالی مکانوں ہی میں رہتا ہوں میں جہاں بھی رہا — وہاں تھوڑی بہت رقم اپنے برے وقت کے لیے بچا کر زمین میں دفن کر دی — تم ذرا حساب لگا کر مجھے بتا دو کہ یہ رقم کل کتنی ہوتی ہے" —

"ہاں — ہاں کیوں نہیں — تم بتاؤ — میں حساب کر دیتا ہوں" — موچی نے فراخ دلی سے کہا۔

"خدا تمھارا بھلا کرے — شہر کے مشرقی گوشے میں جو کھنڈر ہے — وہاں میں نے شاید سو سکّے دبا رکھے ہیں — قبرستان میں تقریباً ڈھائی سو سکّے ہوں گے اور ایک مکان

کے صحن میں تو پورے پانچ سو ہیں — ہاں یاد آیا نہر کے کنارے بھی پچاس سکّے دفن ہیں — تو یہ سب ملا کر کُل کتنے ہوئے؟ بہلول نے پوچھا۔

"اگر یہ سکّے سونے کے ہیں تو ان کی مالیت دو ہزار کے لگ بھگ ضرور ہے" — موچی نے حساب لگا کر بتایا۔

بہلول کچھ دیر سوچتا رہا پھر سر اٹھا کر بولا — "یار — میں چاہتا ہوں کہ ان سب جگھوں سے وہ تمام سکّے نکال لاؤں اور اس ویرانے میں چھپا دوں — یہاں آمد و رفت کم ہے — میرا خیال ہے یہ جگہ زیادہ محفوظ ہے" —

یہ تو بہت اچھا خیال ہے — تمام رقم ایک جگہ رکھو تاکہ جب ضرورت پڑے تو نکالنے میں آسانی ہو" — موچی نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے مشورہ دیا۔

بہلول اپنی چھڑی کے سہارے اٹھا — "اچھا تو بھائی میں چلتا ہوں — آج ہی یہ کام کر لوں تو اچھا ہے — سارے سکّے نکال کر لے آؤں اور یہاں گاڑ دوں — میرے لیے دعا کرنا"۔

"ہاں — جاؤ — اللہ تمھارا نگہبان ہو" — موچی نے اسے الوداع کہا۔

وہ چلا گیا — تو موچی نے سوچا کہ اس نے بہلول کے جو سکّے زمین کھود کر چرائے تھے — انھیں واپس رکھ آئے تاکہ جب

بُہلُول اپنے باقی سکے لے کر آئے تو اسے شک نہ ہو — اور وہ اپنی باقی دولت بھی یہاں گاڑ دے — اس کے بعد وہ موقع دیکھ کر ساری رقم نکال لے گا۔

وہ جلدی سے گیا اور اسی جگہ بُہلُول کی رقم دبا کر واپس آگیا — بُہلُول کہیں شام کو واپس آیا — اس نے مٹی ہٹا کر اپنی رقم نکال لی اور وہ ویرانہ چھوڑ کر چلا آیا — موچی بچارہ اس کا انتظار ہی کرتا رہ گیا۔

وہ اپنی رقم نکال کر اس ویرانے سے نکلا اور کوئی دوسرا ٹھکانہ تلاش کرنے لگا — اِتّفاقاً اسے ایک شکستہ مکان نظر آیا — جو خالی پڑا تھا — تمام شہر جانتا تھا کہ وہ ویرانوں سے مانوس ہے — اور ایسی ہی جگھوں پر رہتا ہے — اس لیے عُموماً کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا تھا — اس کی بے سر و سامانی ہی اس کا اثاثہ تھی — اس نے اس شکستہ مکان کا ایک گوشہ صاف کیا اور وہیں ڈیرا جما لیا۔

ابھی اسے وہاں بسیرا کیے کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ٹوٹے ہوئے دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا — اس نے سلام کیا اور بولا — "واہ — واہ —!! بہت خُوب —! یہ دیکھ کر مجھے بہت خُوشی ہوئی ہے کہ بُہلُول جیسا نامور شخص میرا نیا کرایہ دار ہے"۔

بُہلُول سیدھا ہو بیٹھا — "مجھے بھی اس عالیشان مکان کے مالک سے مِل کر بے حد خُوشی ہوئی ہے"

"مجھے امید ہے کہ آپ اس ماہ کا کرایہ ادا کر دیں گے"۔ مالکِ مکان نے کہا۔

بُہلُول نے مکان کی لرزتی ہوئی چھت اور شکستہ دیواروں کی جانب اشارہ کیا — "جناب نے اپنے اس شاندار محل کی حالت مُلاحظہ فرمائی ہے کہ ذرا سی ہَوا چلے تو اس کی چھت اور دیواریں بولنے لگتی ہیں" —

بے شک —! بے شک —! آپ دُرست فرماتے ہیں۔ آپ جیسا بزرگ یہ بھی جانتا ہو گا کہ تمام موجوداتِ عالم خُدا کی حَمد و ثنا کرتے ہیں۔ یہ جو آواز آپ سُنتے ہیں یہ اس مکان کے تسبیح کرنے کی صَدا ہے" — وہ بولا۔

بُہلُول نے اپنا عصا سنبھالا اور فوراً ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا — "حضرت! آپ جیسے دانشمند انسان کو یہ تو معلوم ہو گا کہ مَوجُودات حَمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل کے بعد سجدہ بھی کرتے ہیں اور میں آپ کے اِس مکان کے سجدہ کرنے سے پہلے ہی یہاں سے رخصت ہو جانا چاہتا ہوں" — اس نے گُدڑی سنبھالی اور مکان سے باہر نکل آیا۔

۱۱

ہارون نے اپنی سی بہت کوشش کی کہ کسی طرح بہلول پر گرفت کی جاسکے ـــ لیکن اس کی حاضر دماغی، اس کی پُرحکمت گفتگو اور عوام کے ساتھ اس کی قربت نے اسے اس کا موقع نہیں دیا ـــ وہ اپنے جاسوسوں کو اس کے پیچھے لگائے رکھتا تاکہ اس کی سرگرمیوں سے باخبر رہے ـــ کسی وقت سختی سے اس کی باز پُرس کرتا ـــ لیکن اکثر مشکل موقعوں پر بہلول ہی کام آتا۔

ایک بار ایک سیّاح بغداد میں آیا۔ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ مُلکوں مُلکوں گھوما تھا ـــ جب وہ ہارون کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے خلیفہ کے وزیروں اور دانش وروں سے کچھ سوالات کیے لیکن کوئی بھی ان کا جواب نہ دے سکا ـــ ہارون اپنے مُقرّبین کی نالائقی پر بہت شرمندہ ہوا ـــ سیّاح رُخصت ہوا تو وہ اپنے وزیروں اور مُشیروں پر برس پڑا ـــ "تم سب لوگ میرے لیے باعثِ ننگ و عار ہو ـــ آج اِس سیّاح نے تمھیں کیسا عاجز کیا ـــ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے تم اس کے مقابلے میں طفلِ مکتب ہو۔"

درباریوں کے سر شرم سے جُھک گئے ـــ ان کے پاس اپنی

صفائی میں کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا ـــ عِتابِ شاہی اور جوش میں آیا ـــ "کل اس سیّاح کو دربار میں طلب کیا جائیگا اگر تم لوگ اس کے سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو تمھاری سب جائداد اور مال و دولت اس کے حوالے کر دیا جائے گا"

ہارون نے دربار برخاست کیا ـــ درباریوں میں کھلبلی مچ گئی ان کی پریشانی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا ـــ وہ سب ایک جگہ جمع ہوکر سوچنے لگے کہ بادشاہ کے عِتاب سے کیوں کر بچا جاسکتا ہے ـــ آخر ایک شخص کو اچانک یاد آیا اور وہ خوشی سے بولا ـــ دوستو ـــ! اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ہمارے پاس بہلول جو موجود ہے ـــ مجھے یقین ہے کہ وہ سیّاح کو لاجواب کردے گا۔ اور اس کے سب سوالوں کے جوابات ٹھیک ٹھیک دے گا"۔

باقی سب لوگوں کی بھی جان میں جان آئی ـــ اور وہ سب مل کر بہلول کے پاس پہنچے ـــ اسے تمام ماجرا سنایا ـــ تو اس نے انھیں تسلّی دی کہ وہ اگلے دن دربار میں پہنچ کر سیّاح کے سوالوں کے جوابات ضرور دے گا"ـــ

اگلے روز دربار آراستہ ہوا ـــ وزیر، امیر، مُشیر زرّیں کُرسیوں پر بیٹھے ـــ ہارون اپنے زرنگار تخت پر متمکّن ہوا۔ سیّاح کو بھی ایک کُرسی پیش کی گئی ـــ ہارون نے اہلِ دربار پر نگاہ ڈالی اور بولا ـــ "تم میں سے کون اس معزّز سیّاح

کے سوالوں کا جواب دے گا" ___؟

اہلِ دربار نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا کہ بہلول کا نام کس طرح لیں ۔کہیں اس کا نام ہارون کو ناگوار نہ گزرے ۔کہ اسی وقت بہلول کی آواز گونجی۔

"یہ دیوانہ حاضر ہے ___ اہلِ دربار کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں" ___ وہ اپنی لاٹھی پٹکتا۔گدڑی شانے پہ ڈالے داخلِ دربار ہوا اور سیّاح کے قریب جا بیٹھا۔

ہارون کچھ ہچکچایا ___ لیکن پہلو میں بیٹھے ہوئے وزیر نے اس کے کان میں کچھ کہہ دیا۔جس سے اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک نظر آئی ___ سیّاح نے بہلول کی ہیئتِ کذائی کی طرف دیکھا اور قدرے تعجب سے بولا ___ "کیا میں آپ سے سوالات کروں" ___؟

"بسر و چشم" ___ !!! بہلول نے مستعدی سے جواب دیا۔

وہ سیّاح اٹھا اور اپنی چھڑی سے زمین پر ایک دائرہ کھینچ دیا۔

بہلول نے فوراً ہی اٹھ کر اپنے عصا سے اس دائرے کے درمیان میں ایک لکیر کھینچ کر اسے دو حصوں میں بانٹ دیا۔

سیّاح کے چہرے پر مسکراہٹ آئی اور اس نے ایک اور دائرہ کھینچ دیا۔بہلول نے اس مرتبہ دائرے کو چار حصوں میں بانٹا

اور ایک حصے پر چھڑی رکھ کر کھٹکھٹائی ۔سیّاح نے قدرے حیرت سے اس کی جانب دیکھا اور زمین پر اپنا ہاتھ اُلٹی طرف رکھ کر انگلیاں آسمان کی طرف اُٹھا دیں ___ بہلول نے اُٹھ کر اپنا ہاتھ زمین پر اس طرح رکھا کہ اس کے ہاتھ کی پُشت اُوپر تھی۔

سیّاح اپنی نشست پر آ بیٹھا اور توصیفی لہجے میں بولا:

"مرحبا ___ ! آفریں ___ !!! عالی جاہ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کے یہاں ایسا دانشمند اور عالم موجود ہے جس پر فخر کیا جا سکتا ہے ___ ایسے شخص کی قدر کی جانی چاہیے" ___

"کیا بہلول نے تمہارے سب سوالوں کے جوابات ٹھیک ٹھیک دیئے ہیں" ___ ہارون نے پوچھا۔

"یقیناً ___ اس نے کسی بہت عظیم درسگاہ سے تعلیم حاصل کی ہے ۔جو اس کے پاس اتنا علم ہے کہ یہ میرے اشارے فوراً سمجھ گیا ہے" ___ سیّاح بولا۔

بہلول مسکرایا ___ اس عظیم درسگاہ کا نام مت پوچھنا کیونکہ اسے سب جانتے ہیں" ___

بہلول کا اشارہ سب سمجھ رہے تھے ۔لیکن سیّاح کچھ نہیں سمجھا اور چاہتا تھا کہ کوئی سوال کرے کہ ہارون نے فوراً پوچھ لیا ___ "اگر تم ان اشاروں کو ذرا کھول کر بیان کرو تو اہلِ دربار بھی محظوظ ہو سکیں گے اور سیکھ بھی لیں گے" ___

سیّاح بولا ــــ "آپ نے دیکھا کہ میں نے زمین پر دائرہ کھینچا تھا ــ میرا مقصد زمین کا کُرّہ دکھانا تھا ــ آپ کا عالِم فوراً سمجھ گیا اور اس نے دائرے کے دو برابر حصّے کر کے مجھ پر ظاہر کر دیا کہ وہ زمین کے گول ہونے پر یقین رکھتا ہے اور اس کے اَسرار و رُموز سے بھی واقف ہے ــ اس نے اس لکیر سے خطِّ اِستوا، کو دکھایا جس سے زمین شمالی اور جنوبی کُرّے میں بٹ گئی۔

پھر آپ نے دیکھا کہ میں نے ایک اور دائرہ کھینچا ــ آپ کے عالِم نے اس کے چار حصّے کر کے مجھے سمجھا دیا کہ زمین میں تین حصّے پانی اور ایک حصّہ خشکی ہے ــ اور جب میں نے اپنے ہاتھ کی اُنگلیوں سے زمین پر اُگنے والی نباتات کی طرف اشارہ کیا تو اس نے بارش اور سورج کی نشاندہی کی جو نباتات کی بالیدگی اور نشو و نما کا ذریعہ ہیں ــ میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ آپ کو ایسے دانشمند پر فخر کرنا چاہیے" ــ

۱۲

ہارون کو اندازہ ہو گیا تھا کہ بُہلول ایک بے ضرر اور مُفید انسان ہے ــ اس کی شگفتہ باتوں کی حِکمت تفنّنِ طبع کا ذریعہ بھی بنتی تھی ــ وہ بغداد شہر کا ایک پسندیدہ اور ہر دلعزیز کردار تھا ــ جب بھی ہارون اس کے ساتھ سختی کرنا چاہتا ــ اس کی

شوخی میں چھپی ہوئی دانشمندی اسے صاف بچا لے جاتی بُہلول کی تمام زندگی اِسی آنکھ مچولی میں گزری ــ ہارون کوشش کرتا رہا کہ اُسے کسی طرح پھانس لے یا اس کا قصّہ ہی تمام کر دے۔

مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے ــ بُہلول اپنی دیوانگی کا لبادہ اوڑھے اس کے اور اس کے وزیروں کے سامنے کھڑا انھیں آئینہ دکھاتا رہا ــ وہ اپنے پاگل پن کی آڑ میں نہ صرف اپنی جان بچاتا رہا ــ بلکہ انھیں عِلم و حِکمت کی تعلیم بھی دیتا رہا اور اپنے جُنون کا سہارا لے کر عوام کی مشکلیں حل کرتا رہا۔

ایک مرتبہ خُراسان کا ایک مشہور فقیہ بغداد آیا۔ ہارون کو بھی اس سے مُلاقات کا اِشتیاق ہوا۔ اس نے اسے دربار میں بُلایا۔ گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اور بڑی قدر و منزلت کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔ فقیہ اِس عزّت افزائی پر پھُولے نہیں سما رہا تھا اور ہارون پر اپنے عِلم کی دھاک بٹھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک بُہلول کہیں سے پھرتا پھراتا دربار میں آ نکلا۔

اس نے سلام کیا ــ ہارون نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔ فقیہ نے اس کا معمولی لباس، بوسیدہ گُدڑی اور ڈھول میں اَٹی ہوئی جُوتیاں دیکھیں اور قدرے حیرت سے بولا ــ "آپ بہت مہربان اور فراخ دل ہیں کہ معمولی لوگوں کو بھی اپنے دربار میں جگہ

دیتے ہیں"۔۔۔

بہلول اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنا عصا کھٹکھٹاتا اُس کے قریب پہنچا اور بولا ۔۔۔ "قبلہ ۔۔ گستاخی مُعاف آپ اپنے ناقص علم پر کیوں اِس قدر مغرور ہیں ۔۔ آپ میری ظاہری حالت کا خیال نہ کیجیے اور میرے ساتھ علمی مُباحثہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیے تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ تو کچھ بھی نہیں جانتے "۔۔۔

فقیہ نے ایک نگاہ غلط انداز اس پر ڈالی ۔۔۔ "میں نے سُنا ہے کہ تو پاگل ہے اور میں پاگلوں سے مباحثہ نہیں کیا کرتا"۔

"میں نے کب کہا کہ میں پاگل نہیں ہوں ۔۔۔ میں تو اپنے پاگل پن کا خود اقرار کرتا ہوں ۔۔۔ مگر آپ ہیں کہ آپ کو اپنی کم علمی کا کچھ پتہ ہی نہیں "۔۔۔ بہلول نے مزے سے کہا۔

ہارون نے قہر آلود نگاہوں سے بہلول کی طرف دیکھا ۔۔۔ "بہلول خاموش رہو ۔۔۔ تمھیں معلوم نہیں کہ یہ خُراسان کے نامور فقیہ ہیں "۔۔۔

"اِسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ یہ مجھ سے علمی مُباحثہ کرلیں" بہلول نے اطمینان سے کہا۔

ہارون بھی علمی مُباحثوں اور مُناظروں کا شائق تھا۔ وہ اس فقیہ سے بولا ۔۔۔ "کیا مُضائقہ ہے ۔۔۔ تمھیں بہلول کی دعوت قبول کرلینی چاہیے "۔۔۔

"تو پھر میری ایک شرط ہوگی "۔۔ فقیہ بولا۔

"اجازت ہے ۔۔ تم جیسی چاہو شرائط طے کرلو"۔۔ ہارون نے اجازت دی۔

فقیہ بولا ۔۔۔ "میری شرط یہ ہے کہ میں بہلول سے ایک مُعمّہ پوچھوں گا ۔۔۔ اگر اس نے درست جواب دے دیا ۔۔۔ تو اسے ایک ہزار اشرفیاں دوں گا اور اگر یہ ناکام رہا ۔۔۔ تو مجھے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا پابند ہوگا"۔۔۔

بہلول مسکرایا ۔۔۔ "ہم فقیروں کے پاس مالِ دُنیا کہاں؟ ہاں میں خود کو آپ کے سپرد کرسکتا ہوں کہ آپ ایک غلام کی طرح مجھ سے کام لیں اور اپنی ایک ہزار اشرفی پوری کرلیں اور اگر میں ایک ہزار اشرفی جیت گیا ۔۔۔ تو وہ تو ناداروں اور مُحتاجوں کا حصّہ ہے ہی ۔۔۔ کہ امیرالمومنین علی مُرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ "جہاں بھی دولت ضرورت سے زیادہ ہے ۔۔۔ وہاں یقیناً کسی حق دار کا حق ضائع ہو رہا ہے "۔۔۔

"مجھے منظور ہے ۔۔۔ اور کیا تم تیار ہو کہ میرا مُعمّہ حل کرو" فقیہ نے کہا۔

"بسر و چشم "۔۔۔!!! بہلول نے جواب دیا۔

"عالی جاہ ۔۔۔ آپ کی بھی اجازت ہے"۔۔۔ ؟ فقیہ نے ہارون سے پوچھا۔

"اجازت ہے" — ہارون نے شاہانہ تمکنت سے کہا۔

فقیہ نے اپنا معمہ پیش کیا — "ایک گھر میں ایک عورت اپنے شرعی شوہر کے ساتھ بیٹھی ہے — اسی گھر میں ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا روزے سے ہے — اچانک دروازے پر دستک ہوتی ہے اور ایک ایسا شخص اندر داخل ہوا جس کے آجانے سے شوہر اور بیوی ایک دوسرے پر حرام ہو گئے — نماز پڑھنے والے کی نماز باطل ہو گئی اور روزہ دار کا روزہ بھی باطل ہو گیا — کیا تم بتا سکتے ہو کہ باہر سے آنے والا شخص کون ہے" — ؟

دربار میں سناٹا چھا گیا — لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے — بہلول نے برجستہ کہا — "گھر میں داخل ہونے والا شخص اس عورت کا پہلا شوہر ہے — جو سفر پر گیا ہوا تھا — جس کے بارے میں یہ خبر ملی تھی کہ دورانِ سفر انتقال کر گیا ہے — اس عورت نے حاکمِ شرع کی اجازت سے اسی مرد سے عقد کر لیا تھا جو اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا — انھوں نے دو اشخاص کو اجرت دی تھی کہ وہ مرحوم شوہر کی قضا نمازیں ادا کریں اور روزے رکھیں — اسی اثنا میں پہلا شوہر سفر سے واپس آگیا — کیونکہ اس کی موت کی خبر غلط تھی — چنانچہ اس کے آتے ہی دوسرا شوہر اس عورت پر حرام ہو گیا — ان دونوں اشخاص کی نماز اور

روزہ باطل ہو گئے — جو شوہر کو مردہ سمجھ کر اس کے لیے پڑھی اور رکھے جا رہے تھے" —

"مرحبا — ! مرحبا — !!! بہت خوب — بہلول بعض اوقات تو تمھاری دیوانگی فرزانوں کو بھی مات دیتی ہے" — ہارون نے ستائش کی۔

باقی وزیر اور امیر بھی دادِ تحسین دینے لگے — شور کچھ کم ہوا — تو بہلول کہنے لگا — "کیا عالی جاہ کی اجازت ہے کہ میں بھی حضرت فقیہ سے ایک سوال کروں" —

"اجازت ہے" — ہارون نے کہا۔

"کیا آپ تیار ہیں" — ؟ بہلول نے پوچھا۔

"ضرور پوچھو" — ! فقیہ نے نخوت سے کہا۔

"فرض کریں کہ ہمارے پاس ایک مٹکا شیرہ اور ایک مٹکا سرکہ موجود ہے — ہم اس سے سکنجبین تیار کرنے کے لیے ایک پیالہ سرکہ اور ایک پیالہ شیرہ مٹکوں میں سے نکالتے ہیں اور دونوں کو کسی برتن میں ملا دیتے ہیں — اس وقت پتہ چلتا ہے کہ اس میں تو ایک چوہا مرا پڑا ہے — کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ مرا ہوا چوہا سرکے کے مٹکے میں تھا یا شیرے کے مٹکے میں" — ؟؟

ہارون محظوظ ہوا — اہلِ دربار بھی مسکرائے — سب

کی نگاہیں فقیہ پر لگی ہوئی تھیں — کہ وہ اس معمے کو کس طرح حل کرتا ہے — وہ گہری سوچ میں مُستغرق ہوگیا اور بہت دیر تک ایک لفظ بھی نہ بول سکا —

ہارون اِتنا انتظار نہ کرسکا اور بولا — "بُہلُول نے تمھارا مُعمّہ حل کرنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگایا — تمھیں بھی اس کے سوال کا جواب اِسی طرح دینا چاہیے" —

فِقیہ نادم سا ہوگیا — اس کی نگاہیں جُھک گئیں — اسے اپنی کم عِلمی کا اعتراف کرنا ہی پڑا —

"عالی جاہ —! میں یہ مُعمّہ حل نہیں کرسکتا" — اس کی پیشانی عرق آلود تھی۔

ہارون نے بُہلُول کی طرف دیکھا — "بُہلُول — بہتر یہی ہے کہ تم خُود اس مُعمّے کو حل کردو" —

بُہلُول مسکرایا — "کیا حضرت فِقیہ اب بھی اپنی ناسمجھی کے قائل ہوتے ہیں یا نہیں" —؟

فِقیہ بولا — "بُہلُول تم نے مجھے احساس دلادیا ہے کہ عِلم کی کوئی حد نہیں — کسی کی ظاہری حالت کو دیکھ کر اسے کم تر خیال نہیں کرنا چاہیے" —

"تو سُنیے جناب کہ ہمیں چاہیے کہ اس چوہے کو سکنجبین سے نکال کر اچھی طرح دھولیں — پھر اس کا پیٹ چاک کریں — اگر اس کے

پیٹ میں سرکہ ہوا — تو سمجھیں کہ وہ سرکے کے مٹکے میں تھا — اگر شیرہ ہوا — تو پھر اس نے شیرے میں ڈبکی لگا کر جان دی ہے — لہٰذا جو کچھ بھی اس کے پیٹ میں ہوا — اس شے کے مٹکے کو ضائع کردینا چاہیے" —

اہلِ دربار عش عش کر اٹھے — ہارون بہت محظوظ ہوا۔ اس نے بُہلُول کو آفرین کہی — فقیہ نے سر جھکایا اور ایک ہزار اشرفی اس کے سامنے ڈھیر کردیں — بُہلُول نے تمام اشرفیاں سمیٹ کر اپنی جھولی میں ڈالیں اور محل سے باہر نکلتے ہی انھیں ضرورت مندوں میں بانٹنے لگا — جب وہ اپنے بسیرے پر پہنچا تو اس کی جھولی خالی تھی۔

چند دن نہیں گزرے تھے کہ ہارون نے بُہلُول کو طلب کیا۔ وہ اس کے محل میں پہنچا — تو دیکھا کہ وہ شراب کے نشے میں مخمُور دجلہ کے کنارے اپنے شاندار محل کے جھروکے میں بیٹھا شور مچاتی لہروں کا تماشا دیکھنے میں محو ہے — بُہلُول کو دیکھتے ہی وہ نشے کی ترنگ میں بولا — "بُہلُول — اس روز تو تُونے اس بچارے فَقِیہ کا ناطقہ بند کردیا تھا — اِتّفاقاً تیرا داؤ لگ گیا تھا اور وہ احمق بھی نِرا گاؤدی نکلا — مگر آج میں تجھے عاجز کر کے رہوں گا — اور اس جھروکے میں سے تجھے دجلہ میں پھکوادوں گا

اور تو اسی طرح دجلہ کی موجوں میں غوطے کھائے گا جس طرح تیرے معمّے میں چوبہا شیرے اور سرکے کے مٹکے میں ڈبکیاں لگاتا رہا تھا۔"

"اور اگر میں نے معمّہ بوجھ لیا تو" — بہلول نے کہا۔

"تو پھر ایک ہزار اشرفیاں انعام میں ملیں گی" — اس نے بڑی شان سے کہا۔

"جنابِ عالی — مجھے اشرفیوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں میری ایک اور شرط ہے اگر وہ منظور ہو — تو کوئی بات بھی ہے" — بہلول بولا —

"بیان کرو" — ہارون نے حکم دیا —

"اگر میں نے معمّے کا صحیح جواب دیا — تو اس کے بدلے میں سو قیدیوں کو رہا کرنا ہوگا — مگر وہ جن کے نام میں بتاؤں گا" — بہلول نے اپنی شرط پیش کی۔

ہارون ہنسا — "یہ بات تو بعد کی ہے — مگر مجھے منظور ہے — پہلے تم معمّہ تو بوجھ لو — دیکھو — تمھیں غوطے دلانے کے لیے دجلہ کی موجیں کتنی بے قرار ہیں" —

"موجوں کی بے قراری کی زبان تو وہی سمجھ سکتے ہیں — جو دریاؤں کا رُخ موڑ دینے کی طاقت رکھتے ہیں — آپ اپنا معمّہ پوچھیں" — بہلول نے کڑے لہجے میں کہا —

ہارون گویا ہوا — "تو سنو — اگر کسی شخص کے پاس

ایک بکری، ایک بھیڑیا اور گھاس کا گٹھا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دریا پار کرے — تو اُسے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ نہ بکری گھاس کو کھائے اور نہ بھیڑیا بکری کو" —

بہلول نے ایک لمحہ نہیں سوچا اور برجستہ کہا — "اس شخص کو چاہیے کہ بھیڑیے اور گھاس کو کنارے پر چھوڑے اور بکری کو دریا کے پار لے جائے — پھر وہ واپس آکر گھاس لے جائے اور گھاس کو تو اس کنارے پر چھوڑ دے — لیکن بکری کو واپس لے آئے — اب بکری کو تو اس کنارے پر چھوڑ دے — لیکن بھیڑیے کو پار لے جائے — واپس آکر وہ بکری کو لے جاسکتا ہے — اس طرح نہ بکری گھاس کھائے گی — نہ بھیڑیا بکری کو کھا سکے گا" —

ہارون حیران ہوا — "بہت خوب — !!! بہلول آج تو ستارے تمھارے حق میں تھے" —

"ستارے ناحق کچھ بھی نہیں کرتے — کیونکہ وہ تو حق کو پہچانتے ہیں — اب عالی جاہ بھی میرے حق کو پہچانیں اور اپنا وعدہ پورا کریں" — بہلول نے جرأت سے کہا۔

"درست — مجھے اپنا وعدہ یاد ہے — تم منشی کو ان قیدیوں کے نام لکھوا دو — وہ داروغۂ زندان کو دے دے گا، تاکہ ان قیدیوں کو رہا کردے" — ہارون نے فراخدلی سے کہا۔

بہلول نے ان اشخاص کے نام لکھوا دیے اور چلا آیا —

ہارون کا نشہ اُترا ___ تو اس کے مُقرّب نے اسے وہ فہرست دکھائی ___ جو بُہلُول نے لکھوائی تھی اور بولا ___

"حضور نے بُہلُول کے ساتھ کچھ زیادہ ہی فیّاضی کا برتاؤ کیا ہے ___ اگر آپ اس فہرست کو ایک مرتبہ مُلاحظہ فرمالیں تو بہت مناسب ہوگا" ___

ہارون نے فہرست دیکھی ___ تو ہوش میں آگیا ___ "او بُہلُول تو کیسا غضب کا شریر اور فسادی ہے ___ یہ سب تو ان لوگوں کے نام ہیں ___ جنھیں بغاوت کے جُرم میں قید کیا گیا ہے ___ یہ لوگ مُوسیٰ بن جعفرؑ کے دوستدار ہیں اور خلافت ہاشمیوں کا حق سمجھتے ہیں" ___

"عالی جاہ ___! میں بھی اس فہرست کو دیکھ کر کھٹک گیا تھا ___ اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ حضور اس پر ایک نگاہ ڈال لیں ___ یہ سب کے سب تو باغی ہیں" ___ مُقرّب نے کہا۔

"مگر ہم وعدہ کرچکے ہیں ___ ایسا نہ ہو کہ وہ دیوانہ ہمیں بدنام کرے" ___ ہارون نے فکرمندی سے کہا۔

"اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ___ حضور دس آدمیوں کی رہائی کا حکم صادر فرمائیں ___ جن کا جُرم ذرا کم سنگین ہے ___ صِفر ہم ساتھ خود بڑھالیں گے" ___ مُقرّب نے ہوشیاری سے کہا۔

ہارون مُسکرایا ___ "اس دیوانے کے ساتھ یہی ہونا چاہیے۔"

۱۳

ایک روز بُہلُول اپنے فقر کی شان میں مَست قدم اٹھاتا ___ ہارون کے محل میں پہنچا اور بے باکی سے آگے بڑھتا ___ ہارون کے برابر جا بیٹھا ___ ہارون کے نخوت اور غرور کو اس کی یہ ادا پسند نہیں آئی ___ اس نے سوچا کہ کسی طرح اس کو زچ کرے ___ اِس لیے اس سے مخاطب ہوکر بولا ___

"کیوں بُہلُول ___ میرے مُعمّے کا جواب دوگے" ___

"ضرور دوں گا ___ بشرطیکہ آپ اپنے قول پر پورے اتریں اور پہلے کی طرح وعدہ خلافی نہ کریں" ___ بُہلُول نے واضح کیا۔

"اور تم بھی سن رکھو کہ اگر تم نے میرے معمے کو فوراً حل کرلیا تو تمھارا انعام ایک ہزار اشرفی ہوگا ___ اور اگر تم جواب نہ دے سکے تو تمھاری ڈاڑھی کی خیر نہیں ___ اسے منڈوانے اور گدھے کی سواری کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ" ___

"میں نے اشرفیاں کیا کرنی ہیں ___ میری شرط تو کچھ اور ہے" ___ بُہلُول بولا ___

"شرط بیان کی جاتے" ___ ہارون نے کہا۔

"میری شرط یہ ہے کہ اگر میں نے مُعمّے کو حل کرلیا ___

تو عالی جاہ مکھیوں کو حکم دے دیں کہ وہ مجھے نہ ستایا کریں۔۔
مکھیاں مجھے بہت تنگ کرتی ہیں"— بہلول نے بڑی سنجیدگی
سے درخواست کی—

اہلِ دربار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی— لیکن وہ ہارون
کے خوف سے ضبط کر گئے۔

ہارون بغلیں جھانکنے لگا اور اسے کہنا پڑا—"کسی کسی
وقت تو تمہاری عقل بالکل ہی خبط ہو جاتی ہے— مکھیاں تو
میری مطیع نہیں ہیں— جو اُن پر حکم چلاؤں"—

"افسوس کہ ہمارا بادشاہ مکھیوں کے مقابلے میں بھی عاجز
ہے— تو اس کے اقتدار کا کیا فائدہ؟"— بہلول نے مزاحیہ لہجے
میں کہا—

درباریوں کی آنکھوں سے حیرت اور ہنسی جھانکنے لگی—
وہ نظروں ہی نظروں میں بہلول کی اس جرأت کی داد دینے لگے
ہارون بھی شرمندہ سا ہو گیا اور اس کے جواب میں کچھ بھی نہیں
کہہ سکا— تو بہلول نے اس کی خفت مٹانے کو کہا—"اچھا—
اب میں کوئی شرط نہیں رکھتا اور تمہارے معمّے کا جواب دیتا ہوں"

ہارون نے پوچھا—"وہ کون سا درخت ہے— جس کی عمر
ایک سال ہے— اس میں بارہ شاخیں ہیں— ہر شاخ پر تیس تیس
پتّے لگے ہیں اور ان پتوں کا ایک رُخ روشن ہے اور دوسرا تاریک؟"

بہلول نے حسبِ عادت فوراً جواب دیا—"یہ درخت
مہینہ، دن اور رات کا ہے— اس لیے کہ سال میں بارہ مہینے
ہوتے ہیں— ہر مہینے میں تیس دن ہوتے ہیں— جو آدھے دن
ہیں اور آدھے رات ہیں"—

ہارون کو بے ساختہ داد دینی پڑی— اہلِ دربار بھی
اس کی تعریف کرنے لگے۔

۱۴

بہلول سرِ راہ کھڑا تھا— دیکھا کہ ہارون کی سواری آرہی
ہے— اس نے مُنہ کے گرد دونوں ہاتھ رکھے اور زور سے پکارا
"ہارون—! ہارون—! ہارون"—!

ہارون اس آواز پر چونکا— اسے غصّہ بھی آیا— اس نے
اپنے خُدّام سے پوچھا—"یہ کون گستاخ ہے— جو مجھے اس طرح
پکار رہا ہے"—

"حضور— یہ دیوانہ بہلول ہے— معلوم ہوتا ہے آج
اس کا دماغ بالکل ہی کام نہیں کر رہا"— کسی غلام نے بہلول
کو بادشاہ کے عتاب سے بچانے کی کوشش کی۔

ہارون نے سواری ٹھہرانے کو کہا اور بولا—"بلاؤ اس کو"۔
بہلول قریب آیا تو غصّے سے بولا—"تو جانتا ہے کہ میں

کون ہوں"___؟

"بالکل جانتا ہوں"___ بُہلول نے سر ہلایا___" آپ ایسے انسان ہیں کہ اگر مشرق میں کسی کمزور پر ظلم ہوا___ تو باز پُرس آپ سے ہوگی"___

ہارون لرز گیا___ اس کی آنکھوں کے گوشے نم ہوگئے___ اس کا غصّہ فرو ہوگیا اور وہ نرمی سے بولا___ بُہلول___ تونے ایسی بات کہی ہے___ جو میرے دل پر جاکر لگی ہے___ تیری کوئی حاجت ہو تو بیان کر"___

"میری حاجت یہ ہے کہ آپ میرے گُناہ معاف کر کے مجھے جنّت میں داخل کردیں"___ بُہلول نے کمال سنجیدگی سے کہا۔

گردو پیش کھڑے لوگ مسکرانے لگے___ ہارون نے اعتراف کیا___" بُہلول___ تم نے ایسی بات کہی ہے جو میرے بس میں نہیں___ ہاں میں تمہارے قرضے چکا سکتا ہوں"___

"نہیں___ آپ یہ بھی نہیں کر سکتے"___ بُہلول نے زور دے کر کہا___

"کیوں"___؟؟ ہارون نے تُرشی سے سوال کیا___

"ایک قرضہ دوسرے قرضے سے ادا نہیں ہوسکتا___ آپ تو خود عوام کے قرض دار ہیں___ آپ ان کا قرض واپس کریں___ یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کا مال مجھے دے ڈالیں"

بہلول کے انداز میں سچ تھا۔

ہارون مُضطرِب ہوا اور بات بدلنے کو بولا___" تو پھر ٹھیک ہے___ میں حکم دیتا ہوں کہ تمھیں کچھ جائداد دے دی جائے تاکہ تمھاری گزر بسر سہولت سے ہو"___

بہلول ہنسا___" سب کا رازق خُدا ہے___ ہم سب بندے اسی سے وظیفہ پاتے ہیں___ ایسا تو ممکن نہیں کہ وہ بادشاہ کو تو فراخی سے رزق عطا کرے اور اس دیوانے کو بھول جائے"___

ہارون لاجواب سا ہوگیا اور بُہلول سے بولا___" میں امین اور مامون کے مکتب جارہا ہوں۔ ذرا ان کے اُستاد سے ان کی تعلیم کی بابت معلوم کروں گا___ آؤ___ تم بھی میرے ساتھ چلو"___

بُہلول راضی ہوگیا اور سواری مکتب پہنچی___ اُستاد دوڑا ہوا آیا اور ہارون کو سلام کیا___" زہے نصیب کہ خلیفہ اس ناچیز کے مکتب میں تشریف لاتے ہیں"___

"ہم امین اور مامون کی تعلیم کے بارے میں معلوم کرنے آئے ہیں کہ دونوں کیسے طالبِ علم ہیں"___ ہارون نے کہا۔

"جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں"___ اُستاد بولا۔

"ہاں تمھیں امان ہے___ ہمیں دونوں کی تعلیمی کیفیت

صحیح صحیح بتاؤ" ــــ ہارون بولا ــــ

"عالی جاہ ــــ آپ کا بیٹا امین ــــ عورتوں کی سردار ملکہ زبیدہ جیسی قابل اور ذہین خاتون کا بیٹا ہے ــــ لیکن کُند ذہن ہے ــــ مگر اس کے برعکس آپ کا بیٹا مامون بہت ذہین دانشمند اور باوقار ہے" ــــ

"یہ تم نے عجیب بات کہی ہے ــــ میں اسے تسلیم نہیں کرسکتا" ــــ ہارون نے حیرت سے کہا ــــ

"میں اس کا ثبوت مہیا کرسکتا ہوں" ــــ استاد نے جواب دیا ــــ

"یقیناً ــــ تمھیں شہزادوں کے بارے میں اتنی بڑی بات بلا ثبوت نہیں کہنی چاہیے" ــــ ہارون نے ناگواری سے کہا۔

"میں نے یہ بات تجربے کے بعد کہی ہے" ــــ استاد بولا ــــ اس وقت امین اور مامون تھوڑی تفریح لینے باہر گئے ہیں۔ میں یہ کاغذ مامون کے بیٹھنے کی جگہ فرش کے نیچے رکھتا ہوں اور امین کے بیٹھنے کی جگہ کے نیچے یہ اینٹ رکھ رہا ہوں۔ جب وہ آجائیں ــــ تو آپ ملاحظہ فرمائیے گا کہ میری رائے کس حد تک درست ہے" ــــ

تھوڑی ہی دیر میں امین اور مامون واپس آگئے ــــ ہارون کو دیکھ کر دونوں حیران ہوئے اور اسے آداب کیا ــــ

ہارون نے انھیں بیٹھنے کی اجازت دی ــــ تو دونوں اپنی اپنی جگہ جا بیٹھے ــــ ہارون دونوں کا بغور مُشاہدہ کر رہا تھا۔

مامون بیٹھتے ہی کچھ مُضطَرِب سا ہوا ــــ اس نے کچھ پریشان سا ہو کر چھت کی طرف دیکھا ــــ پھر دائیں بائیں دیکھا ــــ اور کئی بار پہلو بدلا ــــ اور بے چین سا نظر آنے لگا ــــ اُستاد نے شفقت سے پوچھا ــــ

"کیوں مامون ــــ خیریت تو ہے ــــ میں تمھیں کچھ پریشان سا دیکھ رہا ہوں" ــــ

"اُستادِ محترم ــــ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ پر کچھ تبدیلی سی محسوس کر رہا ہوں" ــــ مامون نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"کیسی تبدیلی" ــــ ؟؟ اُستاد نے پوچھا۔

"ایسا محسوس ہوتا ہے اُستادِ محترم ــــ جیسے میرے بیٹھنے کی جگہ ایک کاغذ بھر اُونچی ہوگئی ہے ــــ یا چھت کاغذ بھر نیچی ہوگئی ہے" ــــ مامون بولا ــــ

"امین ــــ !! کیا تمھیں بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے ــــ جیسے تمھارا بھائی کہہ رہا ہے" ــــ ؟؟ اُستاد نے امین کو مخاطب کیا۔

"نہیں ــــ ایسی تو کوئی بات نہیں" ــــ امین نے جواب دیا۔

اُستاد نے معنیٰ خیز نگاہوں سے ہارون کی طرف دیکھا اور بولا ــــ "عالی جاہ پسند فرمائیں ــــ تو دوسرے کمرے میں تشریف

رکھیں"۔۔۔

ہارون نے اجازت دی اور اُستاد کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا آیا ۔ بُہلُول بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اُستاد نے مطمئن لہجے میں کہا ۔۔۔ "اَلحَمدُ لِلّٰہ۔ اکہ میں نے آپ کے سامنے اپنی رائے کا ثبوت بھی پیش کر دیا"۔۔۔

"حیرت ہے ۔ حیرت ہے ۔ امین کی ماں عرب کی ذہین عورتوں میں سے ہے ۔ کوئی اس کا ہمسر نہیں ۔ لیکن اس کا بیٹا"۔ ہارون نے جیسے اپنے آپ سے کہا ۔۔۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا سبب ہے"۔۔۔

"بُہلُول آگے بڑھا۔۔۔ "اس کا سبب مجھے معلوم ہے ۔ اگر عالی جاہ کو ناگوار نہ ہو ۔ تو بیان کروں"۔۔۔

"بیان کرو ۔ میں سخت ترین اُلجھن میں ہوں"۔ ہارون سے کہا۔

بُہلُول بولا ۔۔۔ "اولاد کی دانشمندی اور ذہانت کے اسباب دو ہیں ۔۔۔ اوّل یہ کہ عورت اور مرد کے درمیان رغبت اور فطری خواہش ہو ۔ تو ان کی اولاد ذہین ، ہوشیار اور عقلمند ہوتی ہے ۔۔۔ دوم یہ کہ مرد اور عورت مختلف خُون اور نَسل سے تعلّق رکھتے ہوں ۔ تو ان کی اولاد میں عقل و دانِش کی فراوانی ہوگی"۔

"کوئی دلیل دو"۔۔۔ ہارون نے غور کرتے ہوئے کہا۔

"اس کی مثال درختوں اور جانوروں میں نظر آتی ہے ۔۔۔ مثلاً اگر پھل کے درخت میں دوسرے پھل دار درخت کا پیوند لگایا جائے ۔ تو نہایت لذیذ اور عُمدہ پھل پیدا ہوتے ہیں ۔۔۔ اسی طرح گدھے اور گھوڑے کے مِلاپ سے خچّر پیدا ہوتا ہے جس کی ہوشیاری ، طاقت اور پھُرتی کا جواب نہیں ۔۔۔ اب عالی جاہ سمجھ سکتے ہیں کہ ۔۔۔ امین میں جو ذہانت کی کمی محسوس ہوتی ہے اس کا سبب اس کی والدہ اور آپ کی رشتہ داری ہے ۔۔۔ جب کہ مامون کی ماں مختلف نسل اور قبیلے سے تعلق رکھتی ہے ۔ خُون کے لحاظ سے آپ میں اور اس میں جو فرق ہے وہی سبب مامون کی ذِہانت اور دانِشمندی کا بھی ہے"۔۔۔

ہارون اس کی بات پر غور کرتا رہا ۔ اُستاد بھی قائل نظر آتا تھا ۔ لیکن مُنہ سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا ۔ کہ مبادا خلیفہ اسے گُستاخی تصوّر کرے ۔۔۔ ہارون نے بُہلول کی طرف دیکھا اور حسبِ عادت اس کے کمال کو کم تر کرنے کے لیے بولا ۔۔۔ "ہو نا تم دیوانے ۔ پاگل بچارا ایسی باتوں کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہے"۔۔۔

۱۵

ایک روز بُہلُول دربار میں آیا ۔ تو دیکھا عِلمِ نجُوم پر گفتگو

"نَعُوذُ بِاللہ۔ عالی جاہ — یہ حقیر تو ایسا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتا — میں نے تو اس لیے یہ کہا ہے کہ کہیں اہلِ دربار میں سے کوئی اسے جھوٹ یا غَلَط نہ سمجھے" — اس نے گھبرا کر جواب دیا۔

"اہلِ دربار میں ایسی حرکت کرنے کی جُرأت نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں جان بچانے کا حکم دیا ہے" — بُہلُول نے چُپکے سے کہا۔

"بتاؤ اس پر کتنا خرچ اُٹھے گا" — ہارون نے اِستِفسار کیا —

"عالی جاہ — اس کے لیے پچاس ہزار دینار درکار ہوں گے" سیّاح نے بتایا —

"رقم دے دی جائے" — ہارون نے خزانچی کو حکم دیا۔

خزانچی نے اس کو رقم دے دی اور وہ روانہ ہوگیا۔

اس واقعے کو ایک عرصہ ہوگیا — مگر وہ لَوٹ کر نہیں آیا۔

ہارون کو بھی اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کوئی دھوکے باز تھا — جو اسے فریب دے کر رقم ہتھیا لے گیا ہے — ایک روز دربار میں اس شخص کا پھر تذکرہ ہوا — ہارون نے مُتَأَسِّف لہجے میں کہا —

"اُس شخص نے کیسے ہماری آنکھوں میں دُھول جھونکی ہے — اگر وہ کہیں ہاتھ لگ جائے — تو اس سے کئی گُنا زیادہ رقم وصول

کی جائے گی — اور اس کم بخت کا سر کاٹ کر بغداد کے دروازے پر آویزاں کیا جائے گا تاکہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں"۔

بُہلُول بھی دربار میں موجود تھا — وہ بے ساختہ ہنس دیا ہارون نے خشمگین نظروں سے بُہلُول کی طرف دیکھا — "بُہلُول اس بے موقع ہنسی کا سبب کیا ہے —؟ کیا تم اس گُستاخی کی وجہ بیان کرسکتے ہو" — ؟؟

بُہلُول کی ہنسی نہیں رُکی — "حُضور مجھے ایک قصّہ یاد آگیا ہے" —

"کون سا قصّہ" — ؟ ہارون نے اِستِفسار کیا۔

بُہلُول نے ہنسی روک کر کہا — "اس دھوکے باز سیّاح کا قصّہ بالکل ایسا ہی ہے — جیسا مُرغ، بُڑھیا اور لومڑی کا قصّہ ہے" —

"بیان کرو" — ہارون نے تحکّم سے کہا —

بُہلُول بولا — "قصّہ کچھ یوں ہے کہ ایک جنگلی بلّی نے ایک بُڑھیا کا پالتو مُرغ جھپٹ لیا — بُڑھیا اس کے پیچھے دُھائی دیتی ہوئی دوڑی — "ارے — ارے — پکڑو — اس چوٹّی بلّی کو پکڑو — ظالم میرا دو من کا مُرغا لے کر بھاگی جاتی ہے ارے کوئی میری مدد کرو — اس بلّی کو پکڑو — ہائے میرا نازوں کا پلا — مُرغ — ارے یہ پورے دو من کا ہے" —!

بلّی نے جو بُڑھیا کا شور و غل سُنا تو پریشان ہوگئی اور غصّے سے بولی — "دیکھو یہ بڑھیا کس قدر جھوٹ بول رہی ہے — یہ اتنا سا مُرغ بھلا دو من کا ہے "—

اِتّفاقاً ایک لومڑی قریب سے گزر رہی تھی — وہ بلّی سے بولی — "بہن تم کیوں پریشان ہوتی ہو — ذرا مُرغے کو مجھے دو — میں ابھی تول کر بتا دیتی ہوں کہ یہ دو من کا ہے یا نہیں"۔

بلّی نے مُرغ لومڑی کو دے دیا — اس نے مُرغ دبوچا اور یہ کہہ کر غائب ہوگئی کہ — "بہن بلّی — بُڑھیا سے کہہ دینا کہ اس کا مُرغ تین من کا ہے "—

ہارون اپنی ہنسی نہیں روک سکا — اہلِ دربار بھی مُسکرانے لگے — ہارون بولا — "بُہلول تمھارے اس قصّے نے ہماری افسردگی کو زائل کر دیا ہے "—

١٦

خلیفہ ہارون رشید اپنی ملکہ زُبیدہ کے ہمراہ شطرنج کھیل رہا تھا — بُہلول بھی قریب بیٹھا تھا — اسی وقت چوب دار نے صدا دی — "ایک شکاری باریابی کی اجازت چاہتا ہے"۔

"اِجازت ہے" — ہارون نے اجازت دی ۔

شکاری اندر آیا اور زمین چُوم کر بولا — "میں خلیفہ کے لیے

ایک بہت عُمدہ مچھلی لے کر آیا ہوں"—

ہارون نے زُبیدہ سے کہا — "یہ اِنعام کی آس میں میرے پاس یہ ہدیہ لایا ہے ۔ اسے اِنعام میں چار ہزار درہم دے دیے جائیں تو کیا مُناسب رہے گا" — ؟

زُبیدہ بولی — "نہیں عالی جاہ — شکاری کا یہ منصب نہیں کہ اُسے اتنا زیادہ اِنعام دے دیا جائے ۔ آپ فوجیوں اور مُعزّز شہریوں کو بھی اِنعام و اِکرام عطا کرتے ہیں — اگر آپ انھیں اس سے کم دیں گے — تو وہ شکوہ کریں گے کہ ہم شکاری کے برابر بھی نہیں — اگر زیادہ دینے کی رسم پڑ گئی — تو خزانہ خالی ہو جائے گا "—

یہ بات ہارون کے دل کو لگی اور وہ بولا — "مگر اس کو کچھ تو دینا ہے "—

"تو آپ اس طرح کریں کہ شکاری سے پُوچھیں کہ یہ مچھلی نَر ہے یا مادہ — اگر وہ کہے مادہ ہے — تو کہیں ہمیں یہ پسند نہیں — اور اگر وہ کہے نَر ہے — تو بھی آپ کہہ دیں کہ یہ ہمیں نہیں چاہیے — اس طرح وہ مچھلی واپس لے جائے گا اور اِنعام بھی نہیں دینا پڑے گا" — زُبیدہ نے تجویز پیش کی ۔

بُہلول نے آہستگی سے کہا — "شکاری اِتنی دور سے بڑی آس لے کر آیا ہے — یہ مُناسب نہیں کہ ملکہ کی باتوں میں

آکر آپ اسے نامُراد لوٹا دیں اور وہ رنجیدہ ہو"۔۔۔

ہارون نے بہلول کی بات پر توجّہ نہیں دی اور چوبدار سے بولا۔۔۔"شکاری کو ہماری خدمت میں پیش کرو"۔۔۔

شکاری قریب آیا تو ہارون نے سوال کیا۔۔۔"اے شکاری کیا تو بتا سکتا ہے کہ یہ مچھلی نر ہے یا مادہ"۔۔۔؟

شکاری تعظیماً جُھکا اور بولا۔۔۔"عالی جاہ! نہ یہ نر ہے نہ مادہ۔۔۔ یہ مچھلی تو مُخنّث ہے"۔۔۔

ہارون بے ساختہ ہنسا اور بولا۔۔۔"تمھاری حاضر جوابی ہمیں پسند آئی۔۔۔ تمھیں چار ہزار درہم انعام میں دیے جائیں گے"۔۔۔

"حضور کا اِقبال بلند ہو"۔۔۔ شکاری درہم لے کر دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا۔۔۔

جب وہ محل کی سیڑھیاں اُتر رہا تھا۔۔۔ تو ایک درہم زمین پر گر پڑا۔۔۔ شکاری رُک گیا اور اس نے درہم اُٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔۔۔

ہارون اور زُبیدہ بھی اُسے دیکھ رہے تھے۔۔۔ زُبیدہ جو اتنی رقم جانے پر افسردہ سی تھی۔۔۔ ہارون سے بولی۔۔۔"عالی جاہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ شکاری کس قدر لالچی اور کمینہ ہے۔۔۔ اس نے ایک درہم بھی نہیں چھوڑا۔۔۔ کیا حرج تھا اگر اسے محل کا

کوئی اور مُلازِم ہی اُٹھا لیتا"۔۔۔

ہارون کو بھی مَلکہ کی بات لائق توجّہ محسوس ہوئی۔۔۔ اس نے پُکار کر کہا۔۔۔"شکاری کو بلایا جائے"۔۔۔

قریب بیٹھے ہوئے بُہلول نے دبی زبان میں کہا۔۔۔"عالی جاہ ملکہ کے کہنے پر شکاری کو نہ روکیے"۔۔۔

ہارون نے توجّہ نہیں دی۔۔۔ تب تک چوبدار شکاری کو بُلا لایا اور ہارون کی خدمت میں پیش کیا۔۔۔

ہارون بولا۔۔۔"اے صیّاد! ہمیں تیری یہ حرکت بہت ناگوار گزری ہے۔۔۔ کہ تیرے پاس چار ہزار درہم موجود ہیں۔۔۔ اگر ان میں سے ایک گر گیا تھا۔۔۔ تو تُو نے یہ بھی گوارا نہیں کیا کہ اسے چھوڑ دے۔۔۔ شاید وہ کسی غریب کو مِل جائے اور وہ اس سے اپنا کام نکال لے"۔۔۔

شکاری تعظیماً جُھکا اور بولا۔۔۔"جان کی اَمان پاؤں تو کچھ عرض کروں"۔۔۔

"اَمان ہے"۔۔۔ ہارون نے اَمان دی۔

شکاری مُؤدّب لہجے میں بولا۔۔۔"حضور یہ ناچیز پست فِطرت نہیں ہے۔۔۔ بلکہ نمک کی قدر کرنا جانتا ہے۔۔۔ میں نے اس لیے وہ درہم اُٹھا لیا تھا کہ اس کے ایک طرف آیاتِ قرآنی کندہ ہیں اور دُوسری جانب آپ کا اِسمِ گرامی۔۔۔ میں نہیں چاہتا

تھا کہ یہ زمین پر پڑا رہے اور کسی کے پاؤں تلے آجاتے ۔ اور
بے ادبی ہو"۔۔۔

خلیفہ کو اس کی حاضر جوابی نے محظوظ کیا۔۔ اُس نے خوش ہوکر
حکم دیا ۔۔ "شکاری کو چار ہزار درہم اور دیئے جائیں"۔۔

شکاری رخصت ہوگیا۔۔ تو بُہلول نے کہا۔۔ "عالی جاہ!
کیا میں نے آپ کو نہیں روکا تھا کہ شکاری کو واپس نہ بلائیں"۔

ہارون ہنسا۔۔ "بُہلول آج تو میں نے تجھ سے بھی زیادہ
دیوانگی کا مظاہرہ کیا ہے ۔۔ تم نے مجھے دونوں بار روکا ۔۔ لیکن
میں نے توجّہ نہیں دی۔۔ اور ملکہ کی بات پر کان دھرنے کا یہ
نقصان ہوا کہ چار ہزار کے بجائے آٹھ ہزار درہم خزانے سے گئے"۔

۱۷

کہتے ہیں کہ ایک بار ہارون نے یونان سے کسی حکیم کو بُلوایا
جب وہ بغداد پہنچا۔۔ تو ہر طرف اس کا شُہرہ ہوگیا۔۔ ہارون نے
اسے دربار میں بڑی عزّت دی۔۔ جس کی وجہ سے اس کے اُمراء
اور معزّزین شہر حکیم سے خاص طور پر ملنے کے لیے دربار گئے
بُہلول کو بھی خبر ہوئی ۔۔ وہ بھی اپنی دیوانگی کا لباس پہنے دربار
میں جا پہنچا۔۔ دیکھا کہ حکیم دربار میں بڑی شان سے بیٹھا ہے
وزیر امیر اس کی تعریفوں کے پُل باندھ رہے ہیں ۔۔

بُہلول کچھ دیر چُپ چاپ بیٹھا رہا۔۔ پھر حکیم سے بولا ۔۔ "آپ کیا
کام کرتے ہیں"۔۔ ؟

حکیم اس کی ہیئتِ گدائی دیکھ کر اسے پاگل سمجھا اور اس کی
ہنسی اُڑانے کو بولا ۔۔ "جناب۔۔ میں حکیم ہوں اور میرا کام مُردوں
کو زندہ کرنا ہے"۔۔

دربار میں دبی دبی ہنسی کی آواز سنائی دینے لگی۔۔ بُہلول نے
مُسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بڑے مزے سے بولا ۔۔ "جناب
حکیم صاحب قبلہ۔۔ برائے کرم آپ زندوں کے حال پر رحم کریں
اُن کی جان بخشی کر دیں ۔۔ باقی رہے مردے۔۔ تو ان کو زندہ کرنا
آپ کا ہدیہ ہے"۔۔

دبی دبی ہنسی قہقہوں میں بدل گئی ۔۔ ہارون بھی ان میں
شامل تھا۔۔ حکیم اتنا خجِل ہوا کہ واپس یونان چلا گیا۔

۱۸

ہارون نے محفلِ مے نوشی سجا رکھی تھی۔۔ وزیر امیر بیٹھے تھے
مسلمانوں کا خلیفہ کنیزوں کے ہاتھوں سے جام مے لے کر خم کے
خم لنڈھا رہا تھا ۔۔ کہ بُہلول بھی وہاں آپہنچا۔۔ اس نے خلیفہ
کی حرکتوں کو خاموش نگاہوں سے دیکھا تو ہارون کو اس کی نصیحتیں
یاد آئیں۔۔ نشے کی ترنگ میں اس نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ

بُہلُول کوئی ایسی بات کہہ دے — جو اس کا سر جھکا دے — وہ
پہل کرے — اس نے بُہلُول کو دیکھا اور بولا —

"بُہلُول — میرے ایک سوال کا جواب دو گے" —

"میں تیار ہوں" — بُہلُول نے جواب دیا۔

"بُہلُول — یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص انگور کھا رہا ہو تو کیا حرام
ہے" —؟ ہارون نے سوال کیا —

"نہیں — بالکل نہیں" — بُہلُول نے کہا —

"اگر وہ انگور کھا کر پانی پی لے — تو" —؟ ہارون بولا۔

"کوئی حرج نہیں" — بُہلُول نے بتایا —

"اب یہی شخص انگور کھانے اور پانی پینے کے بعد دھوپ
میں بیٹھ جائے تو پھر" —؟؟

"کوئی مُضائقہ نہیں۔ جتنی دیر چاہے بیٹھے" — بُہلُول نے
جواب دیا —

"تو پھر بُہلُول — تم خود ہی بتاؤ کہ یہی انگور اور پانی۔
کچھ عرصہ دھوپ میں رکھ دیے جائیں — تو حرام کیوں ہو جاتے ہیں"؟
ہارون نے بڑے فخر سے اپنا فلسفہ بیان کیا۔

"اگر اجازت ہو تو میں بھی خلیفہ سے چند سوال کر لوں —
امید ہے ان ہی سوالات میں خلیفہ کو اپنے سوال کا جواب بھی مل
جائے گا" — بُہلُول نے اطمینان سے کہا —

"اجازت ہے" — ہارون جھومتا ہوا بولا۔

بُہلُول بولا "کیا عالی جاہ بتائیں گے کہ اگر کسی آدمی
کے سر پر تھوڑی سے مٹی ڈال دی جائے — تو کیا اسے کوئی
نقصان پہنچے گا" —؟

"نہیں" — خلیفہ نے فوراً جواب دیا —

"اس کے بعد اس کے سر پر تھوڑا سا پانی ڈال دیں —
تو کیا اس شخص کو کوئی تکلیف ہوگی" —؟

"نہیں — بالکل نہیں" — ہارون بولا۔

"لیکن —!! بُہلُول نے اسے مُتوجّہ کیا —" اگر اس مٹی
اور پانی کو ملا کر اینٹ بنالی جائے اور وہ اس شخص کے سر پر
ماری جائے — تو کیا کوئی نقصان ہوگا" —؟

"تم بھی عجیب باتیں کرتے ہو بُہلُول" — خلیفہ ہنسا —
"اس کا تو سر پھٹ جائے گا" —

"تو پھر عالی جاہ — غور فرمائیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ جس
طرح مٹی اور پانی مل کر انسان کا سر پھوڑ سکتے — اسی طرح
انگور اور پانی مل کر بھی ایسی چیز بنا دیتے ہیں — جو حرام اور ناپاک
ہے — جس کے پینے سے انسان کی عقل ماری جاتی ہے۔ اسے
بُرے بھلے کی تمیز نہیں رہتی — اسی لیے اسلام نے اس کے پینے
والے پر سزا واجب کی ہے" —

ہارون کا نشہ ہرن ہوگیا۔۔۔ وہ مُضطرِب ہوکر اُٹھا اور پشیمانی سے بولا۔۔
"شراب کی یہ محفل برخواست کی جاتی ہے"۔۔۔

ایک روز ہارون حمام گیا۔۔۔ تو بُہلُول بھی ہمراہ تھا۔۔۔ ہارون کو مذاق سوجھا۔۔۔ تو بُہلُول سے بولا۔۔۔"بُہلُول۔۔۔ اگر میں غلام ہوتا۔۔۔ تو میری کیا قیمت لگتی"۔۔۔؟
بُہلُول نے بہت مزے سے کہا۔۔۔" عالی جاہ۔۔۔ صرف پچاس دینار۔۔۔!!!
خلیفہ کو اس کی امید نہیں تھی۔۔۔ اس کا نازک شاہی مزاج بگڑا۔۔۔"ہو نا تم دیوانے۔۔۔ انسان کی قدر و قیمت کا تو تمہیں اندازہ ہی نہیں۔۔۔ احمق جانتے ہو کہ یہ تہمد جو میں نے پہن رکھی ہے۔۔۔ پچاس دینار تو صرف اس کی قیمت ہے"۔۔۔
"میں نے بھی تو صرف تہمد کی ہی قیمت لگائی ہے سرکار! ورنہ خلیفہ کی کوئی قیمت نہیں ہے"۔۔۔ بُہلُول نے ہنس کر کہا۔۔۔

۱۹

خلیفہ بڑے تزک واحتشام سے شکار پر روانہ ہوا۔۔۔ امیر وزیر ہمراہ تھے۔۔۔ غُلام تیر کمان اٹھائے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔۔۔

بُہلُول بھی موجود تھا۔۔۔ اچانک ایک ہرن نظر آیا۔۔۔ خلیفہ نے فوراً کمان اُٹھائی اور ہرن کا نشانہ لے کر تیر چھوڑا۔۔۔ لیکن نشانہ خطا گیا۔۔۔ ہرن چوکڑیاں بھرتا نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔۔۔
"بہت خُوب۔۔۔! بہت خُوب۔۔۔!!! سُبحَانَ اللہ"۔۔۔!! بُہلُول نے بے ساختہ داد دی۔۔۔
خلیفہ کو ناگوار گزرا۔۔۔ غُصّے سے بولا۔۔۔" بُہلُول۔۔۔ تُو میرا مذاق اڑا رہا ہے"۔۔۔
"نہیں عالی جاہ۔۔۔ یہ ناچیز تو ایسی جسارت کرنے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا"۔۔۔ بُہلُول نے عاجزی سے کہا۔۔۔
"تو پھر یہ داد کس کو دے رہے تھے"۔۔۔؟ ہارون نے درشتی سے پوچھا۔۔۔
"جہاں پناہ۔۔۔ میں نے ہرن کو داد دی ہے کہ وہ آپ کے تیر سے کتنی خُوب صورتی سے بچا ہے"۔۔۔

۲۰

بُہلُول اکثر قبرستان میں بیٹھا رہتا تھا۔۔۔ ایک روز ہارون کا اسی طرف سے گزر ہوا۔۔۔ بُہلُول پر نگاہ پڑی۔۔۔ تو سواری ٹھہرائی اور بولا۔۔۔ بُہلُول۔۔۔ یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟
"میں ایسے لوگوں کی ملاقات کو آیا ہوں۔۔۔ جو نہ لوگوں کی

غیبت کرتے ہیں ۔۔۔ نہ مجھ سے کوئی امید یا توقع رکھتے ہیں اور نہ کسی کو کوئی تکلیف دیتے ہیں"۔ بہلول نے وضاحت کی۔

ہارون نے گہرا سانس لیا ۔۔۔ "بہلول کیا تم مجھے پُلِ صراط سے سے گزرنے اور اُس دُنیا میں سوال و جواب کی کچھ خبر دے سکتے ہو؟"

"یقیناً ۔۔۔ لیکن اس کے لیے تھوڑا اہتمام کرنا ہوگا ۔۔۔ کیا عالی جاہ اس کا انتظام کر دیں گے" ۔۔۔؟ بہلول نے کہا۔

"ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ تم بتاؤ ۔۔۔ میں ابھی حکم دیتا ہوں" ۔۔۔ ہارون نے جواب دیا ۔۔۔

"پھر عالی جاہ ۔۔۔ اپنے ملازموں کو حکم دیں کہ وہ یہاں آگ جلائیں ۔۔۔ اس پر ایک بڑا توا رکھیں ۔۔۔ اس توے کو گرم ہو کر سُرخ ہو جانے دیں" ۔۔۔ بہلول نے بتایا ۔۔۔

"بہلول کی فرمائش پوری کی جائے" ۔۔۔ ہارون نے فرمانِ شاہی جاری کیا ۔۔۔

ملازموں نے فوراً آگ جلائی ۔۔۔ توا لایا گیا اور گرم ہونے کے لیے آگ پر رکھ دیا گیا ۔۔۔ لوگوں کی نظریں اسی جانب تھیں اور حیرت سے سوچ رہے تھے کہ اس سے بہلول کا کیا مقصد ہے ۔۔۔ یہاں تک کہ توا خوب گرم ہو گیا ۔۔۔

بہلول نے کہا ۔۔۔ عالی جاہ ۔۔۔ پہلے میں اس توے پر ننگے پاؤں کھڑا ہوں گا اور اپنا تعارف کراؤں گا ۔۔۔ یعنی میرا نام کیا

ہے ۔۔۔ میرا لباس کیا ہے اور میری خوراک کیا ہے ۔۔۔ اس کے بعد اسی طرح آپ بھی توے پر کھڑے ہو کر اپنا تعارف کرائیں"۔

ہارون کو کچھ تأمّل تو ہوا ۔۔۔ لیکن اس نے منظور کر لیا اور بہلول سے بولا ۔۔۔ "چلو ۔۔۔ تم پہل کرو" ۔۔۔

بہلول تیزی سے توے پر کھڑا ہو گیا اور جلدی سے بولا۔ "بہلول، خرقہ، جَو کی روٹی اور سرکہ" ۔۔۔ یہ تین لفظ کہہ کر وہ جھٹ توے سے نیچے اُتر آیا ۔۔۔ ان چند لمحوں میں اس کے پیر جلنے سے محفوظ رہے ۔۔۔

اب ہارون کی باری آئی ۔۔۔ وہ توے پر چڑھا ۔۔۔ اور شاہی القاب کے ساتھ ابھی اپنا نام بھی نہیں بتا پایا تھا کہ اس کے پیر جلنے لگے ۔۔۔ وہ گرتا پڑتا توے سے نیچے اُتر آیا اور بولا ۔۔۔ "بہلول ۔۔۔ تم نے مجھے کس عذاب میں ڈال دیا تھا" ۔۔۔

بہلول مسکرایا ۔۔۔ "آپ نے ہی تو فرمائش کی تھی کہ آپ کو قیامت کے سوال و جواب کے بارے میں بتایا جائے ۔۔۔ تو آپ نے دیکھا ۔۔۔ کہ گرم توے پر قدم رکھنا کتنا مشکل ہے ۔۔۔ اسی طرح جو لوگ خدا پرست ہیں ۔۔۔ دُنیا کے جاہ و حشم سے دُور ہیں ۔۔۔ لالچ اور طمع نہیں رکھتے ۔۔۔ وہ تو پل صراط پر سے آرام کے ساتھ گزر جائیں گے ۔۔۔ اور جو دُنیاوی شان و شوکت میں ڈوبے ہوتے ہیں انھیں اسی طرح عذاب سے گزرنا ہوگا جس طرح ابھی آپ کو محسوس ہوا"۔

۲۱

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز ہارون کا وزیر فضل بن ربیع ایک راستے پر گزر رہا تھا — دیکھا کہ بہلول ایک طرف بیٹھا کچھ سوچ رہا ہے — فضل نے اس کا نام لے کر اُسے پکارا —
"بہلول — کیا سوچ رہے ہو"؟
بہلول نے چونک کر سر اٹھایا — دیکھا کہ فضل بن ربیع کھڑا ہے — بولا — "تیرے انجام کے بارے میں سوچ رہا ہوں" —
فضل چونک گیا — "کیوں — خیریت تو ہے بہلول"؟
"سارے وزیر ایک جیسے ہی ہوتے ہیں — اس لیے ان کا انجام بھی مِلتا جُلتا ہی ہوتا ہے — مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تیرا بھی انجام جعفر برمکی کا سا نہ ہو" —
فضل کانپ گیا اور بولا — "بہلول میں نے جعفر برمکی کے بارے میں سُنا تو ہے — لیکن دُوسرے لوگوں کی زبانی — نہ جانے اس میں کتنا جھوٹ ہے اور کتنا سچ — میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے اس کے بارے میں بتا کہ آخر ہارون نے اس کے قتل کا حکم کیوں دیا تھا — ہو سکتا ہے اس میں میرے لیے بھی کوئی سبق ہو" —
بہلول نے کہا — "تو پھر بیٹھ جا اور کان دھر کر سُن" —

فضل بیٹھ گیا اور بہلول نے کہنا شروع کیا — "تم جانتے ہو نا کہ منصور کے بیٹے مہدی کے زمانے میں خالد برمکی کا بیٹا یحییٰ برمکی ہارون رشید کا کاتب مقرر ہوا تھا" —
فضل نے ہنکارا بھرا — "ہاں — میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ ہارون یحییٰ اور اس کے بیٹے جعفر کی لیاقت دیکھ کر انھیں بہت پسند کرنے لگا تھا" —
"بادشاہ کی پسند و ناپسند ہمیشہ زَوال کا باعث بنتی ہے ہارون کو جعفر برمکی کے ساتھ اتنی محبّت ہو گئی کہ اس نے اپنی ہمشیرہ عباسہ کا نکاح جعفر برمکی سے کر دیا — لیکن اسے یہ بھی تاکید کر دی کہ وہ عباسہ کو اپنی بیوی نہ بنائے — اور خلیفہ کی بہن سمجھ کر اس پر دست درازی کی کوشش نہ کرے — جعفر برمکی نے قول تو دے دیا — لیکن اس پر پورا نہ اُتر سکا — اس کی اطلاع ہارون کو بھی ہو گئی — اور اس کی محبّت دشمنی میں بدل گئی" —
اس نے اپنے غلام مسرور سے کہا — "آج تمھارے سپرد ایک اہم کام ہے — جس کی تکمیل ہر صورت میں ہونی چاہیے" —
مسرور نے سرِ تسلیم خم کیا تو ہارون بولا — "آج رات جعفر برمکی کا سر کاٹ کر ہماری خدمت میں پیش کرو" —
مسرور ہک بک رہ گیا — اس کی زبان گنگ ہو گئی اور اس کا سر جھک گیا — اس کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھ کر ہارون

نے کڑے لہجے میں کہا ۔۔۔ "مسرور ۔ تو پریشان کیوں ہوگیا ہے
کس سوچ میں پڑگیا ہے "۔۔۔ ؟

مسرور نے ڈرتے ڈرتے کہا ۔۔۔ حضور ۔ یہ امرِ عظیم ہے
سوچتا ہوں کہ کاش آپ نے اس کام کے لیے مجھے منتخب نہ کیا
ہوتا "۔۔۔

"تو گویا ۔۔۔ تو اپنی موت کو آواز دینا چاہتا ہے ۔ اور ایسی
موت جس پر پرندے بھی آنسو بہائیں "۔۔۔ ہارون نے غضبناک
لہجے میں کہا ۔۔۔

تو مسرور کے پاس اس کے سوا چارۂ کار نہیں تھا کہ اس
کے حکم کی تعمیل کرے ۔۔۔ وہ سر جھکائے ہوئے جعفر برمکی کے
یہاں پہنچا اور اسے تمام ماجرا کہہ سنایا ۔۔۔

جعفر برمکی بے حد پریشان ہوا ۔ اس کے پیروں تلے سے
زمین نکل گئی ۔۔۔ لیکن اُس نے امید کا سہارا لیا اور مسرور سے
بولا ۔۔۔ "مسرور ۔ کیا خبر کہ خلیفہ نے یہ حکم شراب کے نشے میں
دیا ہو ۔۔۔ اور جب وہ ہوش میں آئے ۔۔۔ تو اسے پچھتاوا ہو
اس لیے میری مان اور خلیفہ کے پاس جا ۔۔۔ اور اسے اطلاع
دے دے کہ تُو نے مجھے قتل کردیا ہے ۔۔۔ اگر وہ افسوس کا اظہار
نہ کرے تو تجھے اِختیار ہے ۔۔۔ شوق سے آکر میرا سر کاٹ لے "۔

مسرور خلیفہ کی طبیعت سے واقف تھا ۔۔۔ وہ اس کے حکم

سے سرتابی کر کے خُود مصیبت میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا تھا ۔
وہ جعفر سے بولا ۔۔۔ "آپ میرے ہمراہ ہارون کے محل تک چلیں
ہوسکتا ہے آپ کی محبّت خلیفہ کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کردے "۔

جعفر کو مجبوراً اُس کی بات ماننا پڑی ۔۔۔ اس کے دل میں
امید کی تھوڑی سی جو رَمق باقی تھی ۔ وہ اس کے سہارے مسرور
کے ساتھ چل پڑا ۔۔۔ مسرور نے جعفر کو پردے کے پیچھے کھڑا کیا اور
خود لرزتا کانپتا خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔۔۔

اُسے دیکھتے ہی ہارون نے کہا ۔۔۔ "مسرور ۔ کیا تم نے
میرے حُکم کی تعمیل کی ہے "۔۔۔

مسرور گھبرا گیا ۔۔۔ اور جلدی سے بولا ۔ "عالی جاہ ۔ جعفر
برمکی میرے ساتھ آیا ہے ۔ وہ پردے کے پیچھے کھڑا ہے ۔۔۔
وہ ۔۔۔

"مسرور یاد رکھ کر ۔۔۔ اگر تُو نے میرے حُکم کی تعمیل میں
ذرّہ برابر بھی سُستی کی ۔۔۔ تو جعفر سے پہلے تیرا سر اُڑتا ہوا نظر
آئے گا "۔۔۔

مسرور کو اپنی جان پیاری تھی ۔۔۔ اُس نے لپک کر پردہ
اُٹھایا اور تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ وَجیہ وحَسین نوجوان کا سر
تَن سے جُدا ہوگیا ۔۔۔ پھر اس نے اس جوانِ رَعنا کا سر ہاتھ میں
لیا ۔۔۔ جو شرافت اور دانشمندی کی تصویر تھا ۔ جس کی فیاضی

اور سخاوت سب سے بڑھی ہوئی تھی ۔ اُسے اپنے سر پر رکھا اور
ہارون کے سامنے پیش کردیا۔"

"بے رحم خلیفہ کو اس پر بھی تسلّی نہیں ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ برمکیوں کے پورے خاندان کا نام ونشان مٹا دیا جائے ان کا مال و اسباب قُرق کر لیا جائے ۔ جعفر کی لاش بغداد کے قلعے پر لٹکا دی گئی اور چند دن بعد اُسے جلا دیا گیا ۔

"اے فَضل ۔!!! وزارت کا یہی انجام ہوا کرتا ہے ۔ اِس لیے محتاط رہو اور عوام کی بھلائی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو۔"

فَضل کانپ گیا اور پریشانی سے بولا ۔ بُہلُول مجھے سلامتی کی دُعا دو۔"

۲۲

فَضل بن ربیع نے بغداد میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ وہ اپنے خرچ پر اُسے بنواتا رہا ۔ جب تعمیر مکمل ہوگئی ۔ تو مسجد کے دروازے پر کتبہ لگانے کی باری آئی ۔ فَضل بھی اس موقع پر آیا ۔ اس سے پُوچھا گیا کہ اس کتبے پر کونسی عبارت لکھوائی جائے ۔؟

"ظاہر ہے اس پر تو میرا ہی نام لکھا جائے گا"۔ فَضل نے بڑے فخر سے کہا ۔

بُہلُول قریب ہی کھڑا تھا ۔ وہیں سے پُکار کر بولا ۔

"حضرت فَضل بن ربیع ۔ کیا آپ اِس دیوانے کو یہ بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ آپ نے یہ مسجد کس کے لیے بنوائی ہے؟"

" خُدا کا گھر ہے۔ اسے میں نے اللہ کی خاطر بنایا ہے۔"

فَضل نے جواب دیا ۔

بُہلُول مسکرایا ۔ آپ کا فرمانا بجا ہے ۔ کہ یہ آپ نے اللہ کے لیے بنواتی ہے ۔ تو پھر اس پر اپنا نام کیوں لکھوا رہے ہیں"۔ ؟

فَضل نے غصّے سے اس کی طرف دیکھا ۔ "کیوں میں اپنا نام کتبے پر کیوں نہ لکھواؤں ۔ آخر لوگوں کو بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ اِس مسجد کا بنانے والا کون ہے"۔

"تو پھر میرا نام لکھوا دو ۔ لکھوادو کہ اِس مسجد کا بانی بُہلُول ہے"۔ بُہلُول نے ہنس کر کہا ۔

"عجیب دیوانے ہو تم ۔ بھلا تمھارا نام لکھوانے کی کیا تُک ہے"۔ اس نے ناگواری سے کہا ۔

"چلو نہ سہی ۔ میرا نام نہ لکھواؤ ۔ اپنا ہی نام لکھوالو تاکہ تمھاری شہرت اور نیک نامی ہو ۔ لیکن پھر ثواب کا خیال اپنے دل میں نہ لانا"۔ بُہلُول یہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

فَضل کا سر جُھک گیا ۔ وہ ندامت سے بولا ۔ "بُلاؤ

بُہلُول کو — اور جو کچھ وہ کہتا ہے — کتبے پر وہی لکھ دو“ —

لوگ بُہلُول کے پیچھے دوڑے اور اس سے پوچھنے لگے کہ کتبے پر کیا لکھا جائے تو وہ بولا — ”قرآن پاک کی آیت سے بہتر اور کچھ نہیں — جو اس کتبے پر کندہ کیا جائے“ —

فضل نے بھی اس کی تائید کی اور مسجد کے کتبے پر آیاتِ قرآنی لکھوائی گئیں —

۲۳

ایک اعرابی کے اُونٹ کو کھجلی کی بیماری لاحق ہوگئی — لوگوں نے مشورہ دیا کہ اس پر ارنڈی کے تیل کی مالش کرے — اعرابی اُونٹ پر سوار ہوا اور شہر کی جانب روانہ ہوگیا تاکہ ارنڈی کا تیل خرید لائے —

راہ میں بُہلُول کو دیکھا — تو اس نے اپنا اُونٹ ٹھہرالیا — نیچے اُترا اور اسے سلام کرکے بولا — ”میں عجیب مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں — میرے اُونٹ کو خارش ہوگئی ہے — لوگوں نے تو ارنڈی کے تیل کی مالش کرنے کا مشورہ دیا ہے میں ارنڈی کا تیل لینے ہی جارہا تھا — تمھیں دیکھا — تو مجھے خیال آیا کہ تمھاری دُعا میں تو بڑا اثر ہے — اگر تم میرے اُونٹ پر دم کردو — تو اسے شفا ہوجائے گی“ —

بُہلُول مسکرایا — ”صرف میری دُعا میں تو اتنی تاثیر نہیں ہے کہ اتنا بڑا اُونٹ اس سے شفایاب ہوجائے — ہاں اگر تم ارنڈی کا تیل لے آؤ — تو میں اس پر دُعا دم کردوں گا — تم وہ تیل استعمال کرنا — تو امید ہے کہ کام بن جائے گا“ —

بات اس شخص کی سمجھ میں آگئی — وہ شہر سے تیل خرید لایا — بُہلُول نے اس پر دُعا دم کردی — کچھ روز کی مالش سے اس کا اُونٹ تندرست ہوگیا —

۲۴

بُہلُول کا ایک دوست گیہوں پسوا کر واپس آرہا تھا کہ اس کا گدھا لنگڑانے لگا — اس نے گدھے کو دو تین چھڑیاں لگا کر آگے دھکیلنا چاہا — لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا اور بالآخر زمین پر گرپڑا — قریب ہی وہ خستہ حال مکان تھا — جہاں بُہلُول ان دنوں مقیم تھا — اس شخص نے دروازہ کھٹکٹایا اور آواز دی

”بُہلُول بھائی — ! بُہلُول بھائی — ذرا مجھے اپنا گدھا تو دے دو — میرا گدھا تو آدھے رستے میں جواب دے گیا اور مجھے یہ آٹا گھر پہنچانا ہے“ —

بُہلُول اس کی آواز پہچانتا تھا — وہ اس کی عادت سے بھی واقف تھا کہ وہ جانور کی صحیح نگہداشت نہیں کرتا تھا اور ان

سے بے رحمی کا سلوک کرتا تھا — اِس لیے وہ اپنا گدھا اسے دینا نہیں چاہتا تھا — وہ باہر نکلا اور اس شخص سے بولا۔ "یار۔ بڑا افسوس ہے کہ میرا گدھا — کوئی مانگ کر لے گیا ہے — اِس لیے اس وقت تو تمھارے کام نہیں آسکتا" —

ابھی بہلول کے الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ گھر کے اندر سے گدھے کی ڈھینچوں — ڈھینچوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ شخص ہوشیار ہوا اور شکوے کے انداز میں بولا — "اچھا بہلول بھائی — تم بھی اچھے دوست ہو — تمھارا گدھا تو گھر میں موجود ہے اور تم کہتے ہو کہ اسے کوئی مانگ کر لے گیا ہے" —

"اور تم بھی اچھے دوست ہو" — بہلول نے اسی کے لہجے میں کہا — "میرا تمھارا پچاس سال کا ساتھ ہے اور تم میری بات پر یقین نہیں کر رہے — اور گدھے کی بات ماننے پر تیار ہو" —

۲۵

بہلول حمام کرنے گیا — تو وہی اپنی گدڑی لپیٹے ہوئے تھا — اس کی پاپوش بھی بوسیدہ تھی اور لباس بھی عمدہ نہیں تھا — حمام کے حمامیوں نے اس کی جانب بالکل توجہ نہیں دی خاصی دیر بعد اس کی باری آئی — تو بھی انھوں نے بہلول کی کوئی

خاص پروا نہیں کی اور اس کے حسبِ منشا نہانے کا کیسہ اس کے بدن پر نہیں رگڑا۔

بہلول فارغ ہو چکا — تو باہر آیا — اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور دس دینار نکال کر حمام کے مالک کی ہتھیلی پر رکھ دیے —

حمام کا مالک اُجرت سے بہت زیادہ رقم دیکھ کر قدرے نادم ہوا کہ اس نے بہلول کے ساتھ لاپروائی برتی — بہلول کچھ کہے بغیر حمام سے باہر نکل آیا —

اگلے ہفتے وہ پھر حمام کرنے گیا — تو اسے دیکھتے ہی حمامی دوڑے ہوئے آئے اور اسے ہاتھوں ہاتھ اندر لے گئے اور بڑے ادب سے اسے غسل کرنے میں مدد دی —

بہلول فارغ ہو کر باہر آیا — تو اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک دینار مالک کی ہتھیلی پر رکھ دیا — وہ غصے سے لال بھبوکا ہوگیا — اس نے دینار دُور پھینک دیا اور درشتی سے بولا —

"حضرت آپ ہوش میں تو ہیں — حمام کرنے کی یہ اُجرت" —؟؟

"قبلہ — اس مرتبہ حمام کرنے کی اُجرت تو میں پچھلے ہفتے ہی آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں — یہ تو پچھلے ہفتے کی اُجرت ہے — جو میں نے اب ادا کی ہے — تاکہ آپ کو احساس ہو کہ گاہکوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے" —

بغداد کے شریر لڑکے "پاگل ہے — پاگل ہے" کا شور مچاتے ایک شخص کے پیچھے دوڑتے جا رہے تھے — وہ پریشان حال شخص بار بار مُڑ کر انھیں منع کرنے کی کوشش کرتا — لیکن وہ کسی طور نہیں مانتے تھے — کوئی اُسے پتّھر مارتا تھا — کوئی اُس کے کپڑے کھینچتا تھا — کوئی پاگل پاگل کہہ کر اُسے چھیڑتا تھا — وہ انھیں منع کر کر کے تھک گیا — تو اس نے ہاتھ جوڑ دیئے اور ان ننھے شیطانوں سے بولا — "خُدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو — میں پاگل نہیں ہوں میں پاگل نہیں ہوں — اس کی آواز رُندھ گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے —

لڑکے کِھلکھلا کر ہنس پڑے — اُن میں سے ایک شریر بولا "سارے ہی پاگل اِسی طرح کہتے ہیں" —

دُوسرے نے لقمہ دیا — "تم تو شکل سے ہی پاگل نظر آتے ہو اور پھر بھی کہتے ہو کہ میں پاگل نہیں" —

"پاگلوں کے سر پر سینگ تو نہیں ہوتے" — کوئی اور بولا اور سب اسے چھیڑنے اور تنگ کرنے لگے —

"ٹھہر جاؤ تم — شیطان کے چیلو — میں ابھی تمھیں سیدھا کرتا ہوں" — ایک کڑک دار آواز سنائی دی — تو لڑکوں نے

مُڑ کر دیکھا —

بُہلُول اپنا عصا لہراتا چلا آتا تھا — "تم لوگوں کو شرم نہیں آتی ایک شریف آدمی کو تنگ کرتے ہو" — وہ غصّے سے بولا — "تمھیں ذرا خوفِ خُدا نہیں ہے — بچارے اجنبی کو پریشان کر کے رکھ دیا — چلو — بھاگو — یہاں سے ورنہ" — !!!

اس نے دانت پیس کر لاٹھی اُٹھائی — تو لڑکے سر پہ پیر رکھ کر بھاگے —

اس شخص کی جان میں جان آئی — اس نے اپنا لباس درست کیا اور ہانپتا ہوا بولا — "آپ کی بہت مہربانی — اگر آپ نہ آتے تو یہ شریر لڑکے مجھے سچ مُچ ہی پاگل کر دیتے" — اس کی آنکھیں بِھیگ گئیں —

بُہلُول نے اس کی جانب دیکھا — وہ شکل و صورت اور لباس سے اجنبی معلوم ہوتا تھا — اس کے چہرے پر پریشانی اور ہَراس تھا — بُہلُول نے ہمدردی سے پوچھا — "بھائی — تم اجنبی معلوم ہوتے ہو — ہمارے اِس شہر نے تم پر جو ظُلم کیا ہے — کچھ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے — اور کچھ تم سُنا دو کہ جس نے تمھاری آنکھوں میں آنسو بھر دیے ہیں" —

اس شخص نے ایک آہ بھری — "آپ درست فرماتے ہیں — اس شہر نے تو مجھے پاگل بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی — میں

چند روز پہلے ہی یہاں وارد ہوا ہوں ــــ میرے پاس کچھ جواہرات اور سونے کے سکّے تھے ــــ وہی میری پونجی تھی اور وہی زادِ سفر۔ میں نے اس خوف سے کہ کہیں اجنبی شہر میں لُٹ نہ جاؤں ــــ وہ جواہرات ایک عطّار کے پاس امانت رکھوا دیئے تھے ــــ مگر افسوس کہ آج جب میں نے اس سے اپنی امانت کا مطالبہ کیا تو وہ مُکر گیا ــــ اس نے مجھے بُرا بھلا کہا اور شریر لڑکوں کو یہ کہہ کر میرے پیچھے لگا دیا کہ میں پاگل ہوں" ــــ اس کے آنسو بہہ نکلے ــــ

بُہلول نے اُسے تسلّی دی ــــ "بھائی ــــ مجھے بہت افسوس ہے کہ اس شہر میں تمھارے ساتھ ایسا سُلوک ہوا ہے ــــ لیکن تم فکر نہ کرو ــــ تمھاری اَمانت تمھیں ضرور ملے گی" ــــ

"مجھے یقین تو نہیں آتا ــــ وہ عطّار حد درجہ چالاک اور مکّار ہے ــــ لیکن امید پر دنیا قائم ہے ــــ مایوسی کُفر ہے ــــ اس لیے میں بھی اپنی ٹوٹی آس پھر جوڑ لیتا ہوں ــــ اگر آپ میری جمع پونجی مجھے دلوا دیں ــــ تو میں عمر بھر آپ کو دُعائیں دوں گا" ــــ اجنبی نے کہا ــــ

"بھائی تم نے سچ کہا کہ مایوسی کُفر ہے ــــ تم فکر نہ کرو ــــ تمھاری اَمانت تمھیں ضرور ملے گی ــــ بُہلول نے بڑے یقین سے کہا۔

"خدا آپ کا بھلا کرے" ــــ اجنبی بولا ــــ

"اچھا اب تم اس طرح کرو کہ مجھے اس عطّار کا پتہ بتا دو کل اسی وقت تم پھر اس عطّار کی دکان پر آنا اور اس سے اپنی امانت کا مطالبہ کرنا ــــ بُہلول نے اسے ہدایت دی ــــ

"نہیں جناب ــــ اب میں اس مکّار کی دکان پر نہیں جاؤں گا پہلے ہی اس نے میرے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا" ــــ اجنبی نے گھبرا کر کہا

"پوری بات تو سُن لو یار ــــ تمھیں اِس قدر گھبرانے کی ضرورت نہیں ــــ میں اس کی دکان پر پہلے سے موجود ہوں گا ــــ یہ میرا ذمّہ کہ وہ تمھیں کچھ نہیں کہے گا" ــــ بُہلول نے زور دے کر کہا ــــ

اگلے روز بُہلول اس عطّار کی دکان پر پہنچا ــــ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی ــــ وہ اُسے سلام کر کے بولا ــــ "جناب ــــ میں کچھ عرصے کے لیے خُراسان جا رہا ہوں ــــ دُور کا سفر ہے ــــ خُدا معلوم واپس آؤں یا نہ آؤں ــــ راہ میں چور ڈاکوؤں کا بھی خطرہ ہے ــــ یہ میری جمع پونجی ــــ کچھ جواہرات اور تیس ہزار اشرفیاں ہیں ــــ آپ انھیں میری امانت سمجھ کر رکھ لیں ــــ اگر میں تین ماہ بعد واپس آگیا ــــ تو اپنی امانت لے لوں گا ــــ اگر مجھے واپس آنا نصیب نہ ہوا ــــ تو آپ اِس رقم سے کوئی مسجد بنوا دیں" ــــ بُہلول نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

عطّار نے تھیلی ہاتھ میں لی ــــ اس کا بوجھ محسوس کر کے وہ دل ہی دل میں خُوش ہوا اور بولا ــــ "جناب ــــ آپ کا کہا سَر

آنکھوں پر — آپ بدشگونی کی باتیں نہ کریں — اِنشَاءَ اللہ آپ ضرور واپس آئیں گے اور اپنی امانت اسی طرح محفوظ پائیں گے"

"میں آپ کا بہت مُتشکّر ہوں — آپ نے میری پریشانی دُور کردی ہے" — بُہلول نے تھیلی اس کے حوالے کردی —

اُسی وقت وہ اجنبی بھی دکان پر پہنچ گیا اور بڑی لجاجت سے بولا "جناب! میں نے جو امانت آپ کے پاس رکھوائی تھی - براہِ کرم اُسے عِنایت فرمادیجیے" —

عطّار سوچنے لگا کہ اسے کیا جواب دے — اگر وہ انکار کرتا تو بُہلول مشکوک ہوسکتا تھا — کیا خبر وہ اپنی امانت واپس لے جائے اور کسی دُوسرے کے پاس رکھوا دے — بُہلول کی تھیلی اس کی تھیلی سے زیادہ وزنی ہے — بُہلول خلیفہ کا رشتہ دار بھی ہے — اس کو اکثر و بیشتر خلیفہ سے نذرانے ملتے رہتے ہیں — یقیناً اس کے جواہرات زیادہ قیمتی ہوں گے — یہ سوچ کر اس نے اپنے مُلازم سے کہا کہ "وہ اجنبی کی تھیلی لاکر اسے دے دے"

اُس شخص نے تھیلی لی اور دُعائیں دیتا ہوا چلا گیا — بُہلول بھی عطّار کو خُدا حافظ کہہ کر رُخصت ہوگیا — عطّار نے بیقراری سے وہ تھیلی کھولی تاکہ اس کی مالیت کا اندازہ کرسکے — یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں کُھلی کی کُھلی رہ گئیں کہ تھیلی میں لوہے اور کانچ کے ٹکڑے بھرے ہوئے تھے۔

۲۷

بُہلول بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے دامن پکڑلیا۔ بُہلول نے اس کی طرف دیکھا — "کیا بات ہے بھائی — مجھے کیوں روکا ہے" — ؟

وہ پریشانی سے بولا — "جناب شیخ بُہلول — خُدا کے لیے میری مدد کیجیے — ورنہ میں بے موت مارا جاؤں گا" —

"کیوں خیریت تو ہے" — بُہلول نے پوچھا۔

"بس خیریت ہی تو نہیں ہے — میری اس زبان نے آج مجھے مروادیا ہے — میں نے اپنی موت کا سامان خُود اپنے ہاتھوں کیا ہے" — وہ تأسّف سے کہنے لگا —

"بتاؤ تو سہی کہ کیا ہوا ہے" — ؟ بُہلول نے اِستفسار کیا

"کیا بتاؤں جناب — اپنی حماقت کا حال اپنی زبان سے کس طرح کہوں — دراصل ہوا یوں کہ حاکمِ کُوفہ کی خدمت میں کسی نے ایک بے حد خُوب صورت گدھا پیش کیا — سب لوگ اس کی تعریف کرنے لگے — کوئی کہتا تھا کہ یہ بہت اعلیٰ نسل کا گدھا ہے — کوئی کہتا تھا کہ اسے خُوب سدھایا گیا ہے — کوئی کہتا تھا کہ یہ بہت چاق و چوبند اور مستعد ہے۔ میرے مُنہ سے کہیں نکل گیا کہ یہ گدھا تو اتنا دانشمند ہے کہ

اسے پڑھایا جاسکتا ہے"۔۔۔

بس میرا اتنا کہنا تھا کہ حاکمِ کوفہ نے میری بات پکڑلی۔ میرے مخالفوں نے اسے اور ہوا دی ۔۔۔ یہاں تک کہ حاکمِ کوفہ نے مجھے حکم دے دیا۔ کہ میں گدھے کو پڑھاؤں اور اپنا قول سچ کرکے دکھاؤں ۔۔۔ اگر میں اِس میں کامیاب ہوگیا ۔۔۔ تو مجھے اِنعام واکرام دیا جائے گا ۔۔۔ اور اگر میں کامیاب نہ ہوا ۔۔۔ تو میری گردن ماردی جائے گی ۔۔۔ میں سخت مُصیبت میں ہوں بھائی بُہلُول ۔۔۔ میری جان پر بنی ہے ۔۔۔ خُدا کے لیے کوئی صورت پیدا کرو کہ میں بچ جاؤں"۔۔۔

بُہلُول بولا ۔۔۔ "بھائی غم نہ کر ۔۔۔ میں تجھے ایک ترکیب بتا دوں گا ۔۔۔ آگے جو اللہ کو منظور"۔۔۔

مُقررہ مدّت بعد حاکمِ کوفہ نے اسے طلب کیا ۔۔۔ وہ گدھے کو لے کر اس کے دربار میں پہنچا ۔۔۔ سارا دربار بھرا ہوا تھا اور لوگ بڑے شوق سے دیکھ رہے تھے کہ ۔۔۔ پڑھا لکھا گدھا ۔۔۔ کیوں کر اپنے فن کا مظاہرہ کرتا ہے ۔۔۔

اُس شخص نے گدھے کے سامنے کتاب رکھی ۔۔۔ گدھا صفحے اُلٹنے لگا ۔۔۔ آہستہ آہستہ وہ تمام صفحے اُلٹ گیا اور جب کتاب بند کرچکا ۔۔۔ تو اُس نے زور سے پکارا ۔۔۔ ڈھینچوں ۔۔۔! ڈھینچوں ۔۔۔!! ڈھینچوں ۔۔۔!!!

حاضرین اور حاکم حیران رہ گئے ۔۔۔ انھوں نے تسلیم کرلیا کہ گدھا تمام کتاب پڑھ چکا ہے اور اپنی زبان میں اس کا اعلان کررہا ہے ۔۔۔ حاکم نے اس شخص کو بھاری اِنعام واکرام دیا ۔۔۔ وہ خوش خوش واپس آیا اور بُہلُول کی خدمت میں پہنچا ۔۔۔

"جناب شیخ بُہلُول ۔۔۔ یہ اِنعام واکرام ۔۔۔ یہ سب آپ کا حق ہے ۔۔۔ اگر آپ مجھے وہ ترکیب نہ بتاتے تو میں اپنی جان سے بھی جاتا"۔۔۔

"نہیں بھائی ۔۔۔ یہ اِنعام واکرام تمھیں ہی مُبارک ہو ۔۔۔ میں نے تو صرف ترکیب بتائی تھی ۔۔۔ گدھے کے ساتھ محنت تو تم نے کی"۔۔۔ بُہلُول نے بے نیازی سے کہا ۔۔۔

قریب ہی کھڑا ہوا ایک شخص بولا ۔۔۔ "بھائی وہ ترکیب کیا ہے ۔۔۔ جس نے گدھے کو ساری کتاب پڑھوادی"۔۔۔؟

وہ شخص ہنسا اور بولا ۔۔۔ "اب تو میری جان بچ گئی ہے سو اس ترکیب کو بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ۔۔۔ کہ جس کو اپنے گدھے کو پڑھوانا ہو ۔۔۔ وہ اس طریقے سے پڑھاتے"۔۔۔

"ہاں بھائی بتاؤ ۔۔۔ دوسرا شخص پوچھنے لگا ۔۔۔

"سُنو بھائی ۔۔۔ وہ کتاب جو گدھے کو پڑھانی ہو ۔۔۔ اس کے کے درمیان جَو رکھ دو ۔۔۔ گدھے کو دن بھر بھوکا رکھو ۔۔۔ اور شام کو وہی کتاب اس کے سامنے رکھ دو ۔۔۔ بھوکا گدھا کتاب کے صفحے

اُلٹتا جائے گا اور جَو کھاتا جائے گا — اِس طرح آٹھ دس دن یہ عمل دُہراؤ گے — تو گدھا اس کا عادی ہو جائے گا کہ اس کی خوراک کتاب کے صفحوں کے درمیان ہے — اب جس وقت بھی گدھے سے کتاب پڑھوانے کا مُظاہرہ کروانا ہو — تو اُسے بھُوکا رکھو — اور کتاب کے درمیان جَو بھی نہ رکھو — اب گدھا یہی سمجھے گا کہ صفحوں کے درمیان جَو رکھے ہوتے ہیں — وہ بھُوک سے بے تاب ہو کر صفحے اُلٹتا جائے گا — آخری صفحے تک جب اسے جَو نہیں ملیں گے — تو وہ ڈھینچوں — ڈھینچوں کر کے اِعلان کر دے گا کہ اُس نے ساری کتاب پڑھ لی ہے "—

۲۸

ایک کارواں سرائے میں بھٹیارے اور ایک ہندوستانی سوداگر کا جھگڑا ہو رہا تھا — دونوں میں زبردست تُوتُکار ہو رہی تھی — باقی مسافر جو سرائے میں ٹھہرے ہوتے تھے — انھوں نے آکر پوچھا کہ کیا مُعاملہ ہے — ؟ بھٹیارے نے غصّے سے کہا "دیکھیے جناب — یہ عجیب شخص ہے کہ کھانا کھالیا اور قیمت ادا کرتے ہوئے اسے موت آتی ہے — ہم یُوں ہی مُفت خوروں کے پیٹ بھرنے لگے — تو کل کو بھیک مانگتے پھریں گے " —

ایک مُسافر نے سوداگر کی طرف دیکھا — "جناب — آپ

خاصے معقول اور آسُودہ حال نظر آتے ہیں — آخر آپ اس غریب آدمی کے پیسے کیوں نہیں ادا کر دیتے " —

"قبلہ میں تو پیسے دینے کے لیے تیار ہوں — بلکہ میں نے تو اس کے ساتھ یہ بھلائی کی کہ اسے پچھلے کھانے کے پیسے بھی ادا کرنا چاہتا ہوں — جو میں اِتّفاقاً بھُول گیا تھا — لیکن یہ کچھ اور ہی حساب بتا رہا ہے — یُوں لگتا ہے — جیسے سارے ہی مسافروں کے کھانے کی قیمت یہ مجھ سے وصول کرنا چاہتا ہے "۔

سوداگر نے اپنا موقف بیان کیا —

"بھلائی کس بات کی " — بھٹیارہ تُنک کر بولا — "ایک تو پہلے رقم ہی ادا نہیں کی — اُسی کا مجھ پر احسان جتاتے ہو — کھانا کھایا ہے — تو قیمت بھی ادا کرو — اور خوامخواہ جھگڑا نہ بڑھاؤ " —

تکرار بڑھی — تو کوئی قصبے کے مُقدّم کو بھی بُلا لایا — اس نے دونوں سے کل واقعہ بیان کرنے کو کہا —

سوداگر بولا — "جناب — ! مُعاملہ یہ ہے — کہ پچھلے سال بھی میں اسی سرائے میں ٹھہرا تھا — میں نے کھانے میں ایک مُرغی اور چند انڈے کھائے تھے — مگر جلدی میں ہونے کی وجہ سے میں اس کی قیمت ادا نہیں کر سکا — میں نے سوچا کہ اگلے سال ادا کر دوں گا — اب میں نے اس سے اس کھانے کا حساب پوچھا ہے — تو ایک ہزار دینار مانگتا ہے — آپ ہی اِنصاف سے

بتائیے کہ کیا ایک مُرغی اور چند انڈوں کی قیمت ایک ہزار دینار ہوتی ہے"۔۔؟

مُقدَّم نے بھٹیارے سے کہا۔"کیوں صاحب۔۔آپ اِس سلسلے میں کیا کہتے ہیں"۔۔؟

بھٹیارے نے گلا صاف کیا اور بڑے ٹھسے سے بولا ۔۔ "جناب عالی ۔۔ابھی تو میں نے بڑی فیّاضی سے کام لیا ہے۔ کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو اور میں کسی کا دین دار نہ بنوں ۔۔آپ ذرا انصاف سے غور فرمائیں ۔۔کہ اِن حضرت نے پچھلے سال بڑے مزے سے ایک مُرغی اور چھ انڈے ڈٹ کر کھائے تھے ۔۔اب اگر وہ مُرغی زندہ ہوتی اور میں وہی چھ انڈے اس کے نیچے رکھ دیتا ۔۔تو ان میں سے چوزے نکل آتے ۔۔وہ چُوزے بڑے ہو کر انڈے دیتے ۔۔تو میں ان سے بھی چُوزے نکلواتا ۔۔آپ عقلمند ہیں، خُود ہی حساب لگالیں کہ ایک سال میں وہ مُرغی اور چھ انڈے ۔۔ہزاروں مُرغیوں اور چُوزوں میں بدل جاتے ۔۔یہ سارا منافع محض اس وجہ سے میرے ہاتھوں سے نکل گیا کہ ان حضرت نے وہ مرغی اور انڈے کھالیے تھے ۔۔اب میں نے اسی حساب سے قیمت صرف ایک ہزار دینار لگائی ہے ۔۔تو انھیں ادا کرتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے ۔۔اور مجھ سے جھگڑا کرنے پر تُل گئے ہیں"۔۔

مُقدَّم بھٹیارے کا دوست تھا۔۔اِس لیے اس نے فیصلہ بھٹیارے کے حق میں دے دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ بھٹیارے کو ایک ہزار دینار ادا کرے ۔۔

سوداگر بچارہ بہت پریشان تھا کہ اتنی رقم کہاں سے ادا کرے کہ مُسافروں میں سے ایک شخص بولا ۔۔"حضرات ۔۔اگر کوئی مجھے ایک تیز رفتار سواری مُہیّا کر دے ۔۔تو میں ابھی بغداد سے قاضی کو لے کر آتا ہوں ۔۔پھر وہ جو فیصلہ کر دے ۔۔اسے مان لیا جائے"۔۔

باقی مُسافروں نے اس کی حمایت کی ۔۔سوداگر بولا۔۔"بھائی آپ میرا خچّر لے جائیں ۔۔یہ بہت تیز رفتار ہے ۔۔اور خُدا کے لیے قاضی صاحب کو لے کر آئیں ۔۔یہ قصبہ تو اندھیر نگری ہے ۔۔میں اِتنی رقم اِس کو ادا کر دوں ۔۔تو کیا خُود بھیک مانگ کر اپنے ملک واپس جاؤں ۔۔خُدا آپ کا بھلا کرے ۔۔ میری مدد کیجیے"۔۔

اُس شخص نے خچّر لیا اور برق رفتاری سے بغداد کی سمت روانہ ہو گیا ۔۔شہر چند کوس کے فاصلے پر تھا ۔۔وہ جلد ہی واپس آگیا اور بولا ۔۔"قاضی صاحب کچھ مصروف تھے ۔۔انھوں نے آدھے گھنٹے تک آنے کا وعدہ کیا ہے ۔۔آپ لوگ انتظار کیجیے"۔

ایک۔۔ایک کر کے منٹ گِنے جانے لگے ۔۔لوگ بے چینی

سے اس راستے کی طرف دیکھنے لگے — جس طرف سے قاضی صاحب
کو آنا تھا — آدھا گھنٹہ گزرا — پھر ایک گھنٹہ ہوا — لوگوں
کی بے چینی بڑھی — سوداگر کی پریشانی کا ٹھکانہ نہیں تھا
اور بھٹیارا مونچھوں کو تاؤ دیتا — خوش خوش پھر رہا تھا —
وقت اور گزرا — اور ڈیڑھ گھنٹہ ہوگیا —

اچانک بغداد کی طرف سے آنے والے راستے پر ایک
ٹوپی نظر آئی — پھر گدڑی میں لپٹا ایک درویش نمودار ہوا —
"قاضی صاحب آگئے — قاضی صاحب تشریف لے آئے"
اس مسافر نے خوشی سے نعرہ مارا —

لوگ احتراماً اُٹھ گئے اور اُنھوں نے حیرت سے اس
درویش کو دیکھا جس کا نام بہلول تھا — وہ اپنے گدھے سے اُترا
اور اپنا عصا ٹیکتا درمیان میں آبیٹھا — اور بولا "حضرات!
میں معذرت خواہ ہوں کہ مجھے یہاں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی —
مجھے اس جھگڑے کی اطلاع مل گئی تھی — مگر میں جلدی نہیں
آسکتا تھا — دراصل میں مقدموں کے فیصلے کرنے کے علاوہ —
کاشت کاری بھی کرتا ہوں — آج جب آپ کا پیغام مجھے ملا
تو میں گیہوں کے بیج اُبال رہا تھا — کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ
گیہوں کے بیج اُبال لیے جائیں — تو پیداوار اچھی ہوتی ہے —
بس وہ بیج اُبالتے اُبالتے ہی مجھے اتنی دیر ہوگئی — میں ایک بار

پھر آپ سے معافی کا خواستگار ہوں" —

مُقدّم اور حاضرین حیران ہوئے — بھٹیارے نے غُصّے سے
کہا — "جناب — آپ کیسے قاضی ہیں — جو گیہوں کے بیجوں کو
اُبال کر بوتے ہیں — آپ نے مقدّمے کا فیصلہ کیا کرنا ہے" —

"کیوں نہیں جناب — میں بالکل درست فیصلہ کروں گا
انشاءاللہ — اور گیہوں اُبالنے پر آپ کو تعجّب کیوں ہے —؟
آپ کے یہاں تو بُھنی ہوئی مُرغیاں بھی انڈوں پر بیٹھتی اور
چُوزے نکالتی ہیں — تو اُبلے ہوئے گیہوں کیوں نہ ہرے ہونگے"

لوگ چونک گئے — مُقدّم بھی اپنی جانبداری پر شرمندہ
ہوا اور بولا — "سُبحان اللہ — حضور آپ نے تو بات ہی بات
میں فیصلہ کردیا" —

"نہیں ابھی فیصلہ ہونا باقی ہے — اور وہ یہ ہے کہ
بھٹیارا اور سوداگر اپنے دل سے رنجش نکال دیں اور دونوں
گلے ملیں — اور بھٹیارا آئندہ بُھنی ہوئی مُرغیوں کی اولادوں
کی قیمت مُسافروں سے نہ وصول کیا کرے" —

۲۹

شیخ جُنید بغدادی — بغداد کی گلیوں میں اپنے مُریدوں
کے ہمراہ چلے جا رہے تھے — اچانک انھوں نے مڑ کر کہا —

"آؤ، صحرا کی جانب کہ مجھے وہاں کسی سے مِلنا ہے"۔۔

مُریدوں کو حیرت ہوئی۔۔ لیکن ان میں سُوال کرنے کی جُرأت نہیں تھی۔۔ وہ خاموشی سے ان کے عَقب میں چلتے گئے دیکھا کہ اینٹ کے سرہانے پر سر رکھے ایک درویش مَحوِ اِستراحت ہے۔۔ وہ اپنے آپ میں اس قدر مگن تھا کہ اسے شیخ اور اس کے مُریدوں کے قدموں کی چاپ بھی سُنائی نہیں دی۔

شیخ نے اَدَب سے سلام کیا۔۔ "حضرت بُہلُول۔۔ میرا سلام قبول فرمائیے"۔۔

بُہلُول نے نگاہ اُٹھائی۔۔ سلام کا جواب دیا اور بولا۔۔

"تم کون ہو"۔۔؟؟

"حُضور۔۔ میں جُنید بغدادی ہوں"۔۔ شیخ نے اپنا تعارُف کرایا۔۔

"اچھّا۔۔ میں سمجھا۔۔ تم ہی ابُوالقاسِم ہو۔۔ بُہلُول نے سُوال کیا۔۔

"جی۔۔ آپ درست سمجھے"۔۔ شیخ نے ادب سے کہا۔۔

"سُنا ہے۔۔ تم لوگوں کو رُوحانی تعلیم دیتے ہو"۔۔؟ بُہلُول نے پوچھا۔۔

"جی ہاں۔۔ یہ ناچیز اپنی سی کوشش کرتا ہے"۔۔ شیخ نے عاجزی سے جواب دیا۔۔

"لوگوں کو تو تم رُوحانی تعلیم دیتے ہو۔۔ کیا تمھیں کھانا کھانے کا طریقہ معلوم ہے"۔۔؟ بُہلُول نے پُوچھا۔۔

شیخ چونکے اور پھر سنبھل کر بولے۔۔ "میں بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر شروع کرتا ہوں۔۔ اپنے سامنے سے کھاتا ہوں۔۔ چھوٹے چھوٹے لُقمے لیتا ہوں۔۔ دائیں طرف مُنہ میں رکھتا ہوں۔۔ آہستگی سے چبَاتا ہوں۔۔ کھانے میں شریک لوگوں کے نوالے نہیں گِنتا۔۔ کھانا کھاتے ہُوئے اللّٰہ کی حَمد کرتا ہوں اور۔۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے اور ختم کرنے کے بعد اپنے ہاتھ دھوتا ہوں"۔

"واہ بھائی۔۔ کیا کہنے"۔۔ بُہلُول سر جھٹک کر اُٹھا اور اپنا دامن جھاڑ کر بولا۔۔ "تم تو خَلقَت کے مُرشِد بنے پھرتے ہو۔۔ اور تم کو ابھی تک کھانا کھانا بھی نہیں آتا"۔۔ اُس نے اتنا کہا اور آگے بڑھ گیا۔۔

شیخ کے مُریدوں کو اس کا اس طرح کہنا بہت ناگوار معلوم ہوا۔۔ ان میں سے ایک غصّے سے بولا۔۔ پیرومُرشِد۔۔ یہ بُہلُول تو بالکل پاگل ہے۔۔ آپ اس کی بات کا خیال نہ کریں"۔۔

شیخ نے سر ہلایا۔۔ "یہ پاگل ضرور ہے۔۔ مگر ہزار دانشمندوں پر بھاری ہے۔۔ اَصل حقائِق اِسی کے پاس ہیں۔۔ آؤ چلو۔۔ اس سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا ہے"۔۔

مُرید بادلِ نخواستہ شیخ کے ساتھ چل پڑے۔۔ بُہلُول اپنی

دُھن میں مست چلتا چلا گیا ـــ شیخ نے اسے نہ پُکارا نہ روکا ـــ یہانتک کہ وہ ایک ویرانے میں جا بیٹھا ـــ

شیخ مُحتاط قدموں سے اس کے قریب پہنچے اور اسے پھر سلام کیا ـــ

بُہلُول نے نِگاہ اُٹھائی ـــ "تم کون ہو ـــ؟"

"میں شیخ بغدادی ہوں ـــ جو کھانا کھانا بھی نہیں جانتا" انھوں نے اِعتراف کیا ـــ

بُہلُول نے بے نیازی سے کہا ـــ "کھانا کھانا تو تم کو آتا نہیں ـــ کیا بات کرنا آتا ہے ـــ؟؟"

"جی ـــ میرا خیال ہے کہ میں کسی حدتک بات کرنی جانتا ہوں" ـــ شیخ نے جِھجک کر جواب دیا۔

"سُبحَانَ اللہ ـــ !!! بتاؤ ـــ تم کِس طرح گُفتگو کرتے ہو" ـــ؟ بُہلُول نے پوچھا ـــ

"میں اِعتدال کی حدتک بات کرتا ہوں ـــ بے موقع اور بہت زیادہ نہیں بولتا ـــ سامعین کی عَقل اور سمجھ کے مطابق گفتگو کرتا ہوں ـــ دُنیا والوں کو اللہ اور اس کے رَسُول کی طرف بُلاتا ہوں ـــ میں اتنا نہیں بولتا کہ سُننے والے بیزار ہو جائیں ـــ میں اپنی گُفتگو میں ظاہری اور باطِنی عُلوم کی باریکیوں کا لحاظ بھی رکھتا ہوں" ـــ شیخ نے کوشش کی اِس مرتبہ کوئی کسر نہ رہ جائے۔

"عجیب شخص ہو تم" ـــ بُہلُول بیزاری سے اُٹھ کھڑا ہوا ـــ "کھانا کھانا تو درکنار ـــ تم کو تو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں" ـــ اس نے اپنا دامن جھٹکا اور آگے بڑھ گیا ـــ

مُریدوں کو سخت ناگوار گزرا ـــ انھوں نے گھُور کر دُور جاتے ہوئے بُہلُول کی طرف دیکھا اور غصّے سے بولے ـــ "یا شیخ ـــ یہ دیوانہ کِس قدر گُستاخ ہے ـــ اس کو آپ کے عِلم اور مرتبے کا کیا اندازہ اسے اپنے حال پر چھوڑیے اور تشریف لے چلیے" ـــ

"نہیں" ـــ شیخ بغدادی نے کہا ـــ "یہ دیوانہ ـــ دانائی کا خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے ـــ اور مجھے اسی کی حاجت ہے ـــ آؤ میرے ساتھ" ـــ

وہ پھر بُہلُول کے پیچھے چل دیے ـــ کچھ دُور تک بُہلُول اپنے خیال میں مگن چلتا چلا گیا ـــ پھر اس نے مُڑ کر دیکھا اور بولا ـــ "شیخ بغدادی ـــ تم میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو ـــ نہ تم کو کھانا کھانا آتا ہے ـــ نہ گفتگو کے آداب جانتے ہو ـــ شاید سونے کا طور طریقہ بھی تم کو نہیں آتا ہوگا" ـــ

"جیسا مجھے آتا ہے ـــ میں آپ کو بتاتا ہوں" ـــ شیخ نے ادب سے کہا ـــ

"بتاؤ" ـــ؟ بُہلُول نے زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ شیخ بھی بیٹھ گئے اور بولے ـــ "میں جب عشاء کی نماز

پڑھ کر اَوراد و وَظائف سے فارغ ہو جاتا ہوں — تو سونے کے کپڑے پہن لیتا ہوں — اور ان آداب کو جو رسول اللہؐ اور دین کے بزرگوں کے طفیل ہم تک پہنچے ہیں — مَلحُوظِ خَاطِر رکھتا ہوں —

"کمال ہے"۔ بُہلُول نے کہا — "ان حضرت کو تو سونا بھی نہیں آتا" — اس نے اُٹھنا چاہا — لیکن شیخ بغدادی نے دامن پکڑ لیا اور منّت کرنے لگے —

"جناب شیخ بُہلُول — خُدا کے لیے تشریف رکھیے اور مجھے وہ سب تعلیم کیجیے جو میں نہیں جانتا — بلاشبہ آپ درست فرماتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا" —

بُہلُول مسکرایا — "شیخ — پہلے تم سب جاننے کا دعویٰ رکھتے تھے — اِس لیے میں نے تم سے کنارا کیا — اب تم نے اپنی ناواقفیت کا اعتراف کر لیا ہے — تو تم کو سکھانے میں کوئی حرج نہیں — تو سنو" —

"میں ہمہ تن گوش ہوں" — شیخ بغدادی نے توجّہ سے کہا۔

"تم نے کھانا کھانے کے آداب میں، جو کچھ بیان کیا — وہ سب فرُوعات ہیں — جبکہ اُصول کی اہمیت مُسلّم ہے — تو کھانا کھانے کی اصل یہ ہے کہ جو کچھ کھایا جائے — وہ حلال اور جائز ہو — اگر حرام غذا کو ایک ہزار آداب کے ساتھ بھی کھایا

جائے — تو وہ بے فائدہ ہے اور دل کی تاریکی کا سبب بنتا ہے۔

بُہلُول نے بیان کیا —

"سُبحَانَ اللہ — ! آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں"۔

جُنید نے کہا —

بُہلُول نے اپنی بات جاری رکھی — "بات کرنے میں سب سے پہلے قَلب کی پاکیزگی اور نیت کا درست ہونا ضروری ہے اور وہ گفتگو خُدا کی خوشنودی کے لیے ہونی چاہیے — اگر کسی دُنیاوی کام کی غرض سے ہوگی — تو چاہے کیسے ہی الفاظ چُنے جائیں — وہ مُصیبت ہی مُصیبت ہے — اِس لیے خاموشی ہی میں عافیت ہے"۔

"سونے کے بارے میں جو کچھ تم نے بیان کیا — وہ بھی فرُوعات ہیں — اس کی اصل یہ ہے کہ سوتے وقت دل میں کسی بھی مُسلمان سے بُغض، کینہ اور حَسد نہ ہو — دِل میں دُنیا اور مالِ دُنیا کا لالچ نہ ہو — اور سوتے ہوتے خدا کی یاد دل میں ہو"۔

شیخ بغدادی نے بے ساختہ اُٹھ کر بُہلُول کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور اُسے دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوتے — ان کے جو مُرید بُہلُول کو دیوانہ اور پاگل سمجھ رہے تھے — انھیں اپنے عمل پر خجالت و شرمندگی ہوئی اور انھوں نے نئے سرے سے اپنے قَلب کی روشنی میں زندگی کو دیکھنا شروع کیا —

عبداللہ مُبارک کے دل میں بُہلول سے مُلاقات کا شوق ہوا۔ کسی نے بتایا کہ وہ صحرا میں ملے گا۔ عبداللہ صحرا کی جانب روانہ ہوا۔ ایک جگہ اس نے بُہلول کو دیکھا کہ ننگے سر، ننگے پاؤں یا ھُو۔ یا ھُو پکار رہا ہے۔ وہ قریب گیا اور سلام کیا۔ بُہلول نے سلام کا جواب دیا۔

عبداللہ مُبارک بولا۔ یا شیخ۔ مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔ مجھے بتائیے کہ زندگی کو گناہوں سے کس طرح پاک کروں۔ اپنے سرکش نفس سے کس طرح بازی لے جاؤں اور کیوں کر راہِ نجات اختیار کروں"؟۔

بُہلول نے سادگی سے کہا۔" بھائی۔ جو خود عاجز اور پریشان ہے۔ اس سے کوئی دوسرا کیا امید رکھ سکتا ہے۔ میں تو دیوانہ ہوں۔ تو جا کر کسی عقلمند کو تلاش کر، جو تیری فرمائش پوری کر سکے"۔

عبداللہ نے سینے پر ہاتھ رکھا۔" بُہلول۔ اسی لیے تو یہ ناچیز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے کہ سچی بات کہنے کی جُرأت تو صرف دیوانے ہی رکھتے ہیں"۔

بُہلول نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش

ہو گیا۔ عبداللہ مِنّت خُوشامد کرنے لگا۔ جب اس نے بہت مجبور کیا۔ تو بُہلول بولا۔

"عبداللہ۔ میری چار شرطیں ہیں۔ اگر تم قبول کر لو۔ تو میں تمھیں راہِ نجات دکھا دوں گا"۔

"بسر و چشم۔! چار کیا میں آپ کی چار ہزار شرطیں ماننے کو تیار ہوں کہ راہِ نجات تو اس میں سستی ہے"۔ عبداللہ نے بے صبری سے کہا۔

"تو پھر سُن"۔ بُہلول کہنے لگا۔" میری پہلی شرط یہ ہے کہ جب تو کوئی گناہ کرے یا خدا کے حُکم کی نافرمانی کرے۔ تو اس کا رزق بھی مت کھا"۔

عبداللہ گھبرایا۔" یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی خُدا کا رزق نہ کھائے"۔

بُہلول بولا۔" تو پھر عقلمند آدمی۔ خُدا کی بندگی کا دعوٰی بھی نہ کرو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ کہ جس کا کھاؤ اسی کی نمک حرامی کرو"۔

عبداللہ نے اعتراف کیا۔" آپ سچ فرماتے ہیں۔ دوسری شرط بیان کیجیے"۔

"دوسری شرط یہ ہے کہ جب تو کوئی گناہ کرنا چاہے۔ تو خُدا کی زمین سے نکل جا۔ کہ یہ دُنیا محضرِ خُدا ہے۔ بُہلول

نے کہا ۔

"اُف خُدایا ۔ ! یہ شرط تو بالکل ہی ناقابلِ عمل ہے۔
زمین کے سِوا بندہ کہاں رہ سکتا ہے" ۔۔۔ عبداللہ مُبارک چلّایا

بُہلُول بولا ۔۔۔ "عبداللہ اتنا پریشان کیوں ہو رہا ہے ۔
کیا تُجھ میں ذرّہ برابر بھی اِنصاف نہیں ہے ۔۔۔ کیا تیرے خیال
میں یہ صحیح ہے کہ بندہ جس کے مُلک میں رہے ۔۔۔ جس کا رِزق
کھاتے اور جس کی بندگی کا دعویٰ کرے ۔۔۔ اس کی نافرمانی بھی
کرے" ۔۔۔ ؟

عبداللہ نادِم ہوا ۔۔۔ "بُہلُول بے شک آپ نے سچ فرمایا۔
اب تیسری شرط بھی بیان کیجیے" ۔۔۔

بُہلُول بولا ۔۔۔ "بھائی تیسری شرط یہ ہے کہ جب تو
کوئی گناہ کرنے کا اِرادہ کرے ۔۔۔ یا خُدا کی نافرمانی کرنا چاہے ۔۔۔
تو کسی ایسی جگہ جاکر کر جہاں خُدا تجھے نہ دیکھ سکے ۔۔۔ نہ ہی
تیرے حال سے واقف ہو ۔ جب تجھے کوئی ایسی جگہ مِل جاتے
جہاں تجھے خُدا نہ دیکھے ۔۔۔ تو پھر جو تیرا دل چاہے کر" ۔۔۔

عبداللہ بے حد پریشان ہوا ۔۔۔ "جناب شیخ بُہلُول ۔۔۔
یہ شرط بھی ویسی ہی کٹھن اور ناقابلِ عمل ہے ۔۔۔ خُدا تو حاضِر
و ناظِر ہے ۔۔۔ وہ عالِمُ الْغَیب ہے ۔۔۔ وہ سب کچھ جانتا اور دیکھتا
ہے ۔۔۔ تو پھر ایسی کون سی جگہ ہے جو اس سے پوشیدہ اور اوجھل ہے"

"تو عبداللہ ! جب تُو یہ جانتا ہے ۔۔۔ کہ وہ حاضِر و ناظِر
ہے ۔۔۔ تو پھر کیا کسی بندے کو زیب دیتا ہے کہ وہ خُدا کی زمین
پر رہے ۔۔۔ اس کا رِزق کھاتے ۔۔۔ اور اس کے سامنے ہی اس کی
نافرمانی کرے اور پھر بھی اسے بندگی کا دعویٰ ہو ۔ حالانکہ اللہ
تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے ۔۔۔ یہ خیال نہ کرو کہ اللہ اس عمل
سے غافِل ہے ۔ جو ظالِم کرتے ہیں" ۔۔۔

عبداللہ نے پشیمانی سے کہا ۔۔۔ "بُہلُول میں لاجواب ہوں ۔
اب آپ اپنی چوتھی شرط بیان کریں" ۔۔۔

بُہلُول کہنے لگا ۔۔۔ "چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت مَلَکُ
الْمَوت اچانک تیرے پاس آتے ۔۔۔ تاکہ خُدا کے اَمر کو پُورا کرے اور
تیری رُوح قبض کرکے لے جائے تو تُو اس گھڑی مَلَکُ الْمَوت سے
کہنا ۔۔۔ "اے مَلَکُ الْمَوت ۔۔۔ ذرا تو ٹھہر ۔۔۔ میں اپنے عزیزوں
سے رُخصت ہولوں ۔۔۔ اور وہ توشہ اپنے ساتھ لے لوں ۔۔۔ جو
آخرت میں میری نجات کا سبب ہو ۔۔۔ پھر تُو میری رُوح
قبض کرنا" ۔۔۔

"مَلَکُ الْمَوت کب کِسی کو مُہلت دیتا ہے شیخ بُہلُول ۔۔۔
یہ آپ نے کیسی کڑی شرط لگادی ہے" ۔۔۔ عبداللہ مُبارک نے
فریاد کی ۔۔۔

"تو پھر اے دانشمند ۔۔۔ اِس دیوانے کی بات سُن ۔ جب تُو

جانتا ہے کہ موت سے کسی کو مفر نہیں ـــ مَلَکُ الْمَوت کسی کو
مُہلت نہیں دیتا ـــ گناہوں کے بیچ میں کسی وقت بھی ـــ
مَلَکُ الْمَوت سامنے آن کھڑا ہوتا ہے ـــ پھر ایک سانس کی بھی
مُہلت نہیں ملتی ـــ جیساکہ خُداوندِ عالَم نے فرمایا ہے ـــ
"جس وقت موت آتے گی ـــ تو نہ گھڑی بھر کی دیر ہوگی، نہ
جلدی" ـــ تو اے عبداللہ ـــ! توکب غفلت سے ہوشیار
ہوگا ـــ؟؟ دیکھ غرور سے دُور رہ اور آخرت کی فکر کر ـــ لمبا
سفر سامنے ہے اور عُمر بہت مختصر ہے ـــ جو کام اور عملِ خیر
آج ہوسکتا ہے ـــ وہ آج ہی کرلو ـــ کیا خبر تُو کل کو نہ دیکھ
سکے ـــ جو وقت ہاتھ میں ہے وہی غنیمت ہے ـــ اعمالِ خیر کی
صورت میں آج ہی آخرت کا توشہ اپنے ہمراہ لے لے ـــ ایسا
نہ ہو کہ کل پچھتانا پڑے" ـــ

عبداللہ کا سر جُھکتا چلا گیا اور اس کی زبان گُنگ ہوگئی ـــ
بُہلول نے کہا ـــ "عبداللہ ـــ! تم نے خود ہی مجھ سے نصیحت کرنے
کی فرمائش کی تھی ـــ جو تمھیں راہِ نجات دکھا دے ـــ تم نے اب
سر کیوں جھکا لیا ہے ـــ؟ تمھاری زبان پر تالا کیوں پڑ گیا ہے
تم آج میرے سامنے لاجواب ہوگئے ہو ـــ تو جب کل روزِ حشر
تم سے پُوچھ گچھ ہوگی ـــ تو کیا جواب دوگے ـــ یہاں اس دنیا
میں ہی اپنا حساب صاف کرو ـــ تاکہ کل کے خوف سے پناہ

میں رہو" ـــ

عبداللہ نے جُھکا ہوا سر اُٹھایا اور سچائی سے بولا ـــ
"جناب شیخ بُہلول ـــ میں نے آپ کی نصیحت کو دل وجان سے سُنا
ہے اور اُسے حرزِ جان بنالوں گا ـــ آپ نے مجھے اپنا مُرید بنالیا
ہے ـــ لوگ تو آپ کو یوں ہی دیوانہ کہتے ہیں ـــ ورنہ کون نہیں
جانتا کہ آلِ محمدؐ کی صُحبت اور محبّت نے آپ کو یگانۂ روزگار بنادیا
ہے ـــ آپ پاگل نہیں ـــ آلِ محمدؐ کے دیوانے ہیں" ـــ

بُہلول نے اپنی گُدڑی اُٹھائی اور یہ کہتا ہوا چل پڑا ـــ
"بندے کو لازم ہے کہ جو کچھ کرے ـــ خُدا کے حکم سے کرے اور
جو کچھ کہے سُنے خُدا کے حکم سے ـــ کیونکہ وہ بندگی کا دعوٰی رکھتا
ہے ـــ اور خود کو خُدا کا بندہ کہتا ہے" ـــ